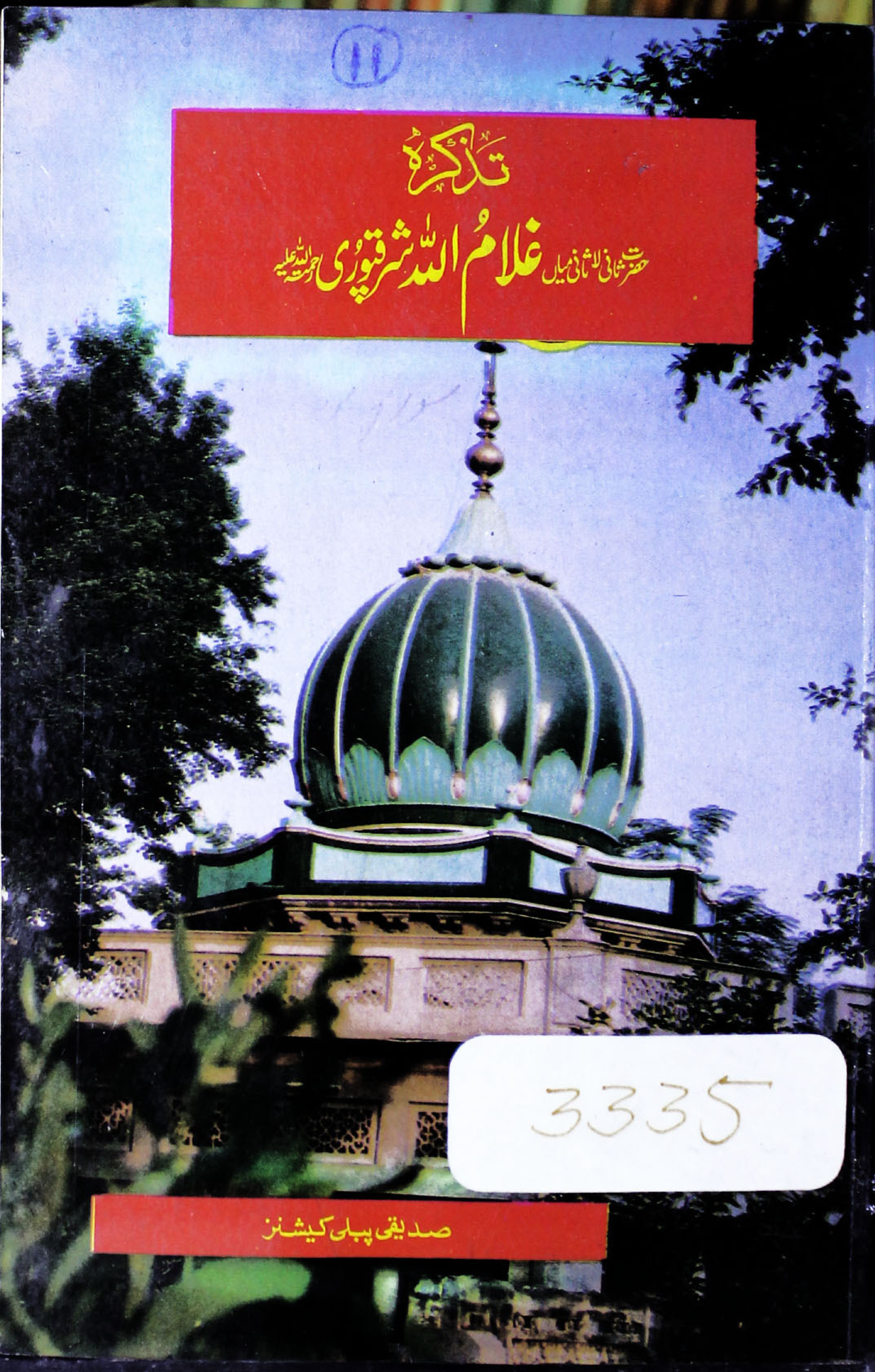

تذکرہ

حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

صدیقی پبلی کیشنز

11

3335

Marfat.com

تذکرہ

حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

از:
پروفیسر منور حسین ایم اے
سابق پرنسپل، گورنمنٹ کالج ریلوے روڈ۔ لاہور
سابق پرنسپل گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور

صدیقی پبلی کیشنز
40۔اے ولی مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

Marfat.com

86491

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

زیرِ سرپرستی : فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف

نام کتاب : تذکرہ حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

مصنف : ــــــ پروفیسر منور حسین

کمپوزنگ : ــــــ صدیقی کمپوزنگ سنٹر (ولی مارکیٹ اردو بازار۔ لاہور)

طباعت : ــــــ (بار اول) اگست ۱۹۹۶ء

تعداد : ــــــ (۱۱۰۰) گیارہ سو

پرنٹر : ــــــ آر۔ زیڈ پیکیجز لاہور

ناشر : ــ سعید احمد صدیقی صدیقی پبلی کیشنز۔
40۔ اے۔ ولی مارکیٹ ــــ اردو بازار ــ لاہور

ھدیہ : ــــ =/30 روپے

ــــــ : ملنے کا پتہ : ــــــ

① مکتبۂ نورِ اسلام۔ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ۔ فون نمبر: (0498) 591214

② دفتر نورِ اسلام۔ جامع مسجد قادریہ شیر ربانی
۲۱۔ ایجڑ سکیم ــــ سمن آباد۔ لاہور ــــ فون نمبر 7592696

③ صدیقی پبلی کیشنز۔ 40۔ اے ولی مارکیٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

Marfat.com

3335

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	صفحہ
1-	پیش لفظ — حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی	1
2-	تقریظ — پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی سابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور و جامعہ پنجاب ' لاہور۔	3
3-	منقبت	6
4-	مقدمہ	7
5-	حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوریؒ کے آباؤ اجداد	31
6-	حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوریؒ	33
7-	خوش خلقی	38
8-	سادگی	41
9-	جاہ و جلال	44
10-	اعتدال پسندی	46
11-	حق گوئی	49
12-	نمائش اور تصنع سے پرہیز	53
13-	تقویٰ	56
14-	توکل	59
15-	علم و فضل	62
16-	تحمل و بردباری	66
17-	بحیثیت طبیب	68
18-	نماز جمعہ اور اس کی فضیلت	72
19-	طریقہ دعا	85
20-	دینی خدمات	89

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین - وسلام علی المرسلین۔

؎ حاصل عمر نثار رہ یاری کردم

شادم از زندگی خویش کہ کاری کردم

نذر عقیدت

صاحبزادہ حضرت جمیل احمد شرقپوری فرزند ارجمند ولی برحق حضرت ثانی لاثانیؒ جن کی پاکیزہ تعلیم اور فیضان عمل سے لاتعداد قلوب کی اصلاح کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور بے شمار طالبان حق اپنی منزل مقصود حاصل کرنے میں کامیاب و کامران ہو رہے ہیں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

خاکپائے خواجگانِ نقشبند و خانوادہ شرقپور

منور حسین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

از حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی

اولیائے کرام وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں کہ جہاں جہاں ان کے نقوش قدم گئے وہاں روحانیت کی بستی آباد ہوتی چلی گئی۔ سرزمین شرقپور میں جب سے شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کا ورود مسعود ہوا یہ خطہ زمین روحانیت کا مرکز ومحور اور حب رسول اور اتباع رسول ﷺ کا محسوس و مشہود مقام قرار پایا۔ روحانیت کا یہ سرسبز پودا جو اعلیٰحضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ نے لگایا تھا۔ آپ کے برادر حقیقی اور خلیفہ مجاز حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں اور زیادہ پرشباب اور باغ و بہار کا منظر پیش کرنے لگا اور دور و نزدیک سے تشنگان روحانیت اس چشمہ فیض سے سیراب ہونے کے لیئے جوق درجوق آنے لگے۔

اعلیٰحضرت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ پرچند ایک کتب آپ کی حیات مبارکہ پر ملتی ہیں لیکن ابھی ان پر بہت زیادہ تحقیقی کام کرنیکی ضرورت ہے۔ لیکن آپ کے خلیفہ مجاز اور سجادہ نشین حضرت ثانی لاثانیؒ پر اگرچہ مختصر مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ لیکن باقاعدہ کوئی علمی تصنیف معرض وجود میں نہیں آئی۔

پروفیسر منور حسین صاحب ہدیہ تبریک وتحسین کے بجاطور پر مستحق ہیں کہ انہوں نے

Marfat.com

اپنے ذاتی مشاہدات و تاثرات پر مبنی حضرت ثانی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ پر زیر نظر تصنیف پیش کرکے اس ضمن میں سبقت حاصل کی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل وعمیم سے انہیں اجر عظیم عطاء فرمائے۔ اور دیگر احباب کو بھی اس سلسلے میں اپنی نگارشات پیش کرنے کا عزم و ولولہ بخشے۔ آمین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

پروفیسر منور حسین صاحب کی شخصیت علمی حلقوں میں جانی پہچانی ہے۔ بڑے عرصے تک انگریزی زبان و ادب کے پروفیسر اور اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے پرنسپل رہے۔ انتہائی بااخلاق، شیریں بیاں، شگفتہ مزاج اور باغ و بہار شخصیت کے حامل ہیں۔ بیس برس قبل مخدومی حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ کی وساطت سے جب پہلی بار آپ سے شرف ملاقات حاصل ہوا تو بڑی سعادت اور تواضع سے پیش آئے پھر اکثر ان سے مختلف مجالس میں مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے انتہائی عقیدت اور وابستگی ہے۔ بلکہ شرقپور شریف کے وابستگان سے بھی بڑے ہی خلوص اور محبت سے پیش آتے ہیں اور آستانہ عالیہ کا ذکر بیحد عقیدت و احترام سے کرتے ہیں۔

زیر نظر کتاب پروفیسر منور حسین صاحب نے اپنے شیخ طریقت اور ہادی و مرشد حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ پر تحریر فرمائی ہے ۔چونکہ پروفیسر صاحب کی تحریر ان کے جذبہ دل کی آئینہ دار ہے اور عقیدت و احترام سے لکھی گئی ہے ۔ لہذا اتنی دلچسپ ہے کہ شروع کریں تو اختتام تک شوق قائم رہتا ہے۔اس نغمہ کی طرح جو روح سے اٹھے اور روح کی اتھاہ گہرائیوں میں تحلیل ہوجائے۔پروفیسر صاحب کی اس کاوش کالطف ان کی جذبوں سے معمور شگفتہ تحریر سے لگایا جاسکتاہے۔چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:-

Marfat.com

* بہتر اطاعت وہی ہوتی ہے جو خوف کے بجائے محبت کے باعث ہو اور یہ خصوصیت ایسی ہے جو مشائخ کے نظام تربیت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے

* علم و عرفان کے تمام دفتر۔ فقرو درویشی کے تمام رموز۔ اور پریم نگر کے تمام راستے عشق کی بدولت ہی طے پاتے ہیں

* یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ لوگ صوفیئہ کرام کے تذکروں میں کشف وکرامات تلاش کرنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ بھولے بھٹکے انسانوں کو صراط مستقیم پر لانا اور ان کے زنگ آلود دلوں کو دنیا کی کدورتوں سے صاف کرکے ان کے اندر عشق الہٰی کی آگ کو گرمانا ہے۔اور یہی اکابر نقشبندیہ کا شیوہ رہا ہے

* حضرت لاثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی گفتگو میں موتی پروتے تھے اور یہی خواہش کہ حضرت موصوف کی زندگی کے اوراق دوسرے لوگوں کو بھی پڑھنے کا موقع ملے اس کتاب کی تحریر یا تالیف کا باعث بنے

حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ کا قول ہے:۔

* "بزرگان سلف کی حکایتیں چراغ کی مانند ہیں جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے۔تو چراغ سے ہی روشنی حاصل کی جاتی ہے"۔ میری تمنا ہے کہ حضرت لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ تذکرہ پڑھنے والوں کے دلوں کیلئے تروتازگی کا سامان پیدا کرے اور ان کے دلوں کو اسلام کی حقیقی روح روشنی اور عظمت سے ہمکنار کرے۔ آمین

ہم بھی پروفیسرصاحب کی اس دعا پر آمین کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم

Marfat.com

* بہتر اطاعت وہی ہوتی ہے جو خوف کے بجائے محبت کے باعث ہو اور یہ خصوصیت ایسی ہے جو مشائخ کے نظام تربیت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے

* علم و عرفان کے تمام دفتر۔ یہ فقرو درویشی کے تمام رموز۔ اور پریم نگر کے تمام راستے عشق کی بدولت ہی طے پاتے ہیں

* یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ لوگ صوفیۂ کرام کے تذکروں میں کشف وکرامات تلاش کرنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ بھولے بھٹکے انسانوں کو صراط مستقیم پر لانا اور ان کے زنگ آلود دلوں کو دنیا کی کدورتوں سے صاف کرکے ان کے اندر عشق الٰہی کی آگ کو گرمانا ہے۔اور یہی اکابر نقشبندیہ کا شیوہ رہا ہے

* حضرت لاثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی گفتگو میں موتی پروتے تھے اور یہی خواہش کہ حضرت موصوف کی زندگی کے اوراق دوسرے لوگوں کو بھی پڑھنے کا موقع ملے اس کتاب کی تحریر یا تالیف کا باعث بنے

حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ کا قول ہے:۔

* "بزرگان سلف کی حکایتیں چراغ کی مانند ہیں جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے۔تو چراغ سے ہی روشنی حاصل کی جاتی ہے"۔ میری تمنا ہے کہ حضرت لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ تذکرہ پڑھنے والوں کے دلوں کیلئے تروتازگی کا سامان پیدا کرے اور ان کے دلوں کو اسلام کی حقیقی روح روشنی اور عظمت سے ہمکنار کرے۔آمین

ہم بھی پروفیسرصاحب کی اس دعا پر آمین کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم

Marfat.com

ہے انہیں بہترین اجر عطا فرمائے۔ راقم الحروف حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتھم العالیہ کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے اس فقیر پر تقصیر کو اس تصنیف لطیف پر تقریظ لکھنے کا اعزاز بخشا۔ مخدومی حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی سعادتوں سے نوازا ہے۔ آپ عالمی مبلغ اسلام "بانی تحریک مجدد الف ثانیؒ دارالمبلّغین حضرت میاں صاحبؒ" شرقپور شریف کے مہتمم، جامعہ شیر ربانی برائے طالبات کے منتظم اور "ماہنامہ نور اسلام" کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں ان سے منسوب مساجد کی تعمیر، محافل میلاد کا انعقاد، دینی تقریبات اور کتب دینیہ کی اشاعت آپ کے محبوب مشاغل ہیں۔ تحفظ ناموس رسالت اور مسلک حق کی ترویج آپ کا مشن ہے۔ اور اندرون ملک اور بیرون ملک تبلیغی سرگرمیاں پورا برس ہی جاری رہتی ہیں۔ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے خلیفہ مجاز اور سجادہ نشین، پیر طریقت حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی عظمتوں سے لوگوں کو روشناس کرانے میں بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ اور زیر نظر اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

احقر العباد بشیر احمد صدیقی۔

المرقوم 11 جولائی 1996ء۔

Marfat.com

اے خدا صدقہ میاں صاحبؒ کے نام پاک کا
حشر میں ہم عاصیوں کو ظلِ رحمت میں چھپا
واسطہ یارب تجھے حضرت غلام اللہؒ کا
تابعِ احکام کر مجھ کو کلام اللہ کا
حضرت ثانیؒ کا صدقہ اے ربِ قدیر
کر مرے سینے کو انوارِ نبی سے مستنیر
بہرِ حضرت ثانیٔ لاثانیؒ جناب قبلہ گاہ
ہم سیہ کاروں کو اپنی رحمتوں میں دے پناہ
ثانی اثنین کے صدقے میں اے ربِ جلیل
دو جہاں کی زندگی ہو زیرِ دامانِ جمیل
اے خدا صدقے میں اِن ناموں کے دل کو شاد کر
کفر کو برباد کر اِسلام کو آباد کر

Marfat.com

مقدمہ

خداتعالیٰ کے وہ نیک بندے جن کو وہ اپنی بارگاہ قدرت کا ہم جلیس بناتا ہے۔ دنیا کے لئے رشد وہدایت کے پیغام بر کا کام کرتے ہیں - حق تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے۔ کہ وہ متمدن و ترقی یافتہ اقوام کے مقابلے کے لئے ان کی سرکشی اور نافرمانی کے توڑنے کے لئے ان کے تختہ الٹنے کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجتا رہاہے۔جن کے پاس لیٹنے کے لئے سوائے بوریئے کےاوڑھنے کے لیے سوائے کمبل کے اور کھانے کے لئے سوائے سوکھے لقمے کے کچھ نہ تھا۔انہیں برگزیدہ ہستیوں نے ترقی یافتہ ذی اقتدار لیکن خدا فراموش اقوام کا تختہ الٹ دیا۔

یہ اولیائے عظام ظاہری بے سرو سامانی کے باوجود بااقتدار حکمرانوں پر ہمیشہ غالب رہے۔انہوں نے روشنی کے چراغ جلائے۔ ظلمت کدوں کوخدائی نور سے منور کیا۔ان کا وجود بھٹکے ہوؤں کے لئے چراغ ہدایت بن گیا۔لیکن فنا کے قانون سے وہ بھی مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ وہ بھی دنیا کی چند روزہ زندگی گزار کر راہی ملک عدم ہوجاتے ہیں۔ علامہ اقبال نے خوب فرمایا ہے۔

؎ ہے شکست انجام غنچے کا سبو گلزار میں

سبزہ وگل بھی ہیں مجبور نمو گلزار میں

مگر یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ۔

؎ جوہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں

آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

Marfat.com

ان کے جانے کے بعد ان کی زندگی کے کارہائے نمایاں۔ رشد و ہدایت کے کلمات۔خدمت خلق کے سلسلہ میں ان کی ایثار و قربانی۔ آداب شریعت کی حفاظت کرنا۔محاسن اخلاق کا خوگر ہونا۔ برائیوں سے گریز کرنا۔ اپنے قلب سے لوگوں کے کینہ ان کے بغض حسد اور بدظنی کو دور کرنا۔ قلب کا تمام بری باتوں سے پاک رکھنا۔ ہر سانس کی نگرانی کے لئے اسے مستعد رکھنا۔خدا کے حقوق کا جو اپنے نفس اور دوسری چیزوں سے متعلق ہیں پورا لحاظ رکھنا اور انہی امور کی دوسروں کو تلقین کرنا۔ یہ سب باقی رہ جاتی ہیں۔

ہدایت وارشاد کے اسی بدیہی قانون نے ہر زمانے میں ان برگزیدہ ہستیوں کے حالات و کوائف مرتب کرنے کا ولولہ اورجوش اہل علم حضرات میں پیدا کیا۔ اور آج ہم اپنے اکابر کے تذکروں - ان کی علمی - ادبی۔مذہبی خدمات اور رشد وہدایت کے کلمات سے ہدایت کی راہ پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس پر آشوب اور فتنہ پرور دور میں دنیا مادہ پرستی۔ تعیش اور تن آسانی کے اس درجہ تک پہنچ چکی ہے جہاں تباہی اورذلت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ موجودہ تہذیب کوہ آتش فشاں کی چٹانوں میں پرورش پارہی ہے جہاں سے اسے اپنی تباہی وبربادی کا ہر لمحہ فکر دامن گیر ہے۔ یہی وجہ ہے آج چند سلیم عقلیں للچائی ہوئی نظروں سے ان لوگوں کے حالات کا مطالعہ کرناچاہتی ہیں جنہوں نے کبھی بھی دنیا میں صدائے حق بلند کی ہو۔عرضیکہ دنیا مستقبل قریب میں اس روحانیت کے مرکز کی طرف رجوع کرناچاہتی ہے جو انہیں " احترام آدمیت" کاسبق دے اور یہ سبق صرف ان کو ان صداؤں میں

Marfat.com

ہی مل سکتا ہے جو آج سے چودہ سو برس پہلے تپتے ہوئے صحراؤں میں بلند کی گئی تھیں۔ اور جن صداؤں کی گونج اب تک سنائی دے رہی ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ ایک ولی برحق کی زندگی کے واقعات پر مشتمل ہے اور وہ بابرکت شخصیت ہیں۔

حضرت میاں غلام اللہ رحمتہ اللہ علیہ المعروف حضرت ثانی لاثانیؒ۔جنہوں نے مقدور بھر کوشش کی کہ مسلمان بے دینی پر متاعِ ایمان کو۔ مغربی تہذیب پر اسلامی اخلاق و سیرت کو۔ ذاتی مفاد پر قومی - ملکی و ملی مفاد کو۔ اور دو روٹیوں کی ضرورت پر دینی عزت اور قومی حمیت کو قربان نہ کردے۔ انہوں نے خدا اور رسول کی نافرمانی اور سرکشی کرنے والوں کو عابد و زاہد بناڈالا۔ وہ لوگ جو دنیاوی آلودگیوں اور معصیت کی غلاظتوں میں حلق تک ڈوبے ہوئے تھے۔ خدا اور رسول ﷺ کا دم بھرنے کے باوجود عملی طور پر خدا و رسول ﷺ سے کوسوں دور تھے ایک مرکز پر جمع کیا ان کے دلوں کو دنیا کی حرص و طمع سے پاک کیا اور انہیں خدا کی محبت سے روشناس کرایا۔

علامہ اقبالؒ نے حضرت لاثانیؒ جیسے نیک انسانوں کی تعریف میں ہی فرمایا ہے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہوتو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
تمنا درد دل کی ہو تو کرخدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

Marfat.com

محبت کے لئے دل ڈھونڈھ کوئی ٹوٹنے والا

یہ وہ مئے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

حضرت لاثانیؒ بیسویں صدی کی ایک نہایت ہی فعال اور باعظمت شخصیت ہیں۔ ان کی اصلاحی اور تبلیغی مساعی سے نہ صرف تمام پاکستان متاثر ہوا بلکہ ان کی تبلیغی وعلمی سرگرمیوں نے بیرون ملک بھی اپنا اثر دکھایا۔ حضرت لاثانیؒ پاکستان میں مذہبی تحریک کاایک روشن باب ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آج یہ خطہ سرزمین اسلامی ضیاء باریوں سے روشن و تاباں ہے۔

حضرت لاثانیؒ نے ایک ایسا حلقہ خیال پیدا کردیا کہ آج وہی لوگ پاکستان میں اسلام کی عظمت کے لئے کوشاں ہیں -اور اپنے خون سے اس کی آبیاری کررہے ہیں۔خانوادہ شرق پور شریف نے کفروالحاد کی تمام تحریکوں کا ڈٹ کرمقابلہ کیا ہے اور اب بھی سینہ سپر ہیں۔

؎ خدا رحمت کنداین عاشقان پاک طینت را

حضرت لاثانیؒ ہمہ صفت درویش تھے۔ ان کو لاثانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ہو بہو اپنے برادر بزرگ اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوریؒ کی تصویر تھے۔کردار میں - گفتار میں۔زہدمیں۔ تقویٰ میں۔ عبادت میں۔ غرضیکہ کوئی گوشہ ایسانہیں تھا۔ جسمیں وہ اپنے برادر بزرگؒ سے پیچھے رہ گئے ہوں -ان کے ہاں عشق الہیٰ اور عشق رسول ﷺ اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی -وہ خود فرمایا کرتے تھے :

Marfat.com

"عشق ایک آگ ہے جو درویشوں کے دل کے سوا اور کہیں نہیں ہوتی"۔

حضرت لاثانیؒ نے عشق کی اس آگ کو پھولوں کی سیج سمجھا اور اس سے نہ صرف خود جی بھر کر لطف اندوز ہوئے بلکہ متلاشیان حق کے سینوں کو بھی اس سے منور کیا۔میں نے کئی مرتبہ آپ کو حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا یہ شعر پڑھتے سنا:۔

قسم خدا دی قسم نبی دی

عشق ہے چیز لذیذ عجیب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرقان حمید میں ارشاد فرمایا ہے۔

"اناعرضنا الامانة علی السّمٰوت و الارض و الجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها و حملها الانسان"۔(الاحزاب:72)

(ہم نے اپنی امانت کو سارے آسمان۔ زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کردیا۔ اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اسے اٹھالیا)۔

اھل تصوف کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں جس امانت کا ذکر کیا گیا ہے وہ عبادات وطاعت حق ہے ۔ جو عشق کے تعبیر ممکن نہیں ہے۔اور یہ انسان کی بلند ہمتی کی دلیل ہے کہ انسان نے اس بار امانت کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھالیا۔

کسی نے خوب کہاہے ؎

سب پہ جس بار نے گرانی کی

اس کو یہ ناتواں اٹھالایا

اس گرانبار ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے عشق کی مے تند سے آشنا

Marfat.com

ہونے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا صوفیہ کرام مرد میدان بن کر سامنے آئے اور انہوں نے شراب عشق کے تند و تلخ گھونٹ بخوشی گوارا کر لئے۔

یہ صحیح ہے کہ موجودہ دور میں جاہل اور مکار مشائخ کی مثالیں کافی نظر آتی ہیں - لیکن حق کے متلاشیوں کو مخلص اور باخبر مشائخ بھی مل جاتے ہیں۔ محض بہانے تلاش کرنے والوں کو البتہ برائی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ہمیں یہ اہم نکتہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ ہر شعبہ حیات میں نظم وضبط ازحد ضروری ہے جو کسی فرد واحد کی اطاعت کے بغیر ناممکن ہے - لیکن اصل اطاعت۔ بہتر اطاعت وہی ہوتی ہے جو خوف کی بجائے محبت کے باعث ہو اور یہ خصوصیت ایسی ہے جو مشائخ کے نظام تربیت سے ہی حاصل ہوتی ہے - شیخ طریقت کی حیثیت معلم کی ہوتی ہے۔ جو کسی تنخواہ یا مشاہرہ یا اجرت یا طمع کے بغیر سالک کی تربیت کرتا ہے۔ اس لئے سالک تہ دل سے اس سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا۔ عہد نبوی سے آج تک جتنے اولیاء اور اکبر صوفیہ گزرے ہیں سب نے کسی نہ کسی شیخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اسی سے ان کے اندر عشق کی آگ پیدا ہوئی ہے۔

صوفیہ کرام نے عشق کے جذبہ صادق سے سرشار ہو کر اس گناہوں بھری بستی کو انوار الٰہیہ سے معمور کرنا شروع کیا۔ اور

؎ شد فرش دل عرش بریں

ھذا جنون العاشقین

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دراصل تصوف مذھب عشق کا دوسرا نام

Marfat.com

ہے۔صوفیہ کرام جب طالب حق کو تزکیہ نفس کی تعلیم دیتے ہیں تو سب سے پہلے عشق ومحبت کا درس دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسی صیقل ہے - جو تمام زنگوں کو صاف کردیتی ہے۔

ہیچ اکسیر بہ تاثیر محبت نہ رسد

علم و عرفان کے تمام دفتر۔ فقرودرویشی کے تمام رموز اور پریم نگر کے تمام راستے عشق کی بدولت ہی طے پاتے ہیں۔

حضرت لاثانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ عشق ہی ایک ایسا جذبہ ہے۔جس سے انسان اور حیوان میں امتیاز کیا جاسکتا ہے - یعنی اگر انسان جذبہ عشق سے عاری ہے تو وہ حیوان ہے۔

میر تقی میر نے "دریائے عشق" میں عشق کی کیا خوب تعریف کی ہے۔

کچھ حقیقت نہ پوچھو کیا ہے عشق　　حق اگر پوچھو خدا ہے عشق
عشق حق ہے کہیں نبی ہے کہیں　　ہے محمد ﷺ کہیں علیؓ ہے کہیں
عشق عالی جناب رکھتا ہے　　جبرئیل و کتاب رکھتا ہے

علامہ اقبال مرحوم کا درج ذیل شعر حضرت لاثانیؒ کے فلسفہ عشق کا آئینہ دار ہے۔

عشق ہے پیدا نوائے زندگی میں زیروبم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز زیروبم

حضرت لاثانیؒ علم و عمل میں بھی سوز عشق کے قائل تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ظاہری عبادات اور علم دین کا اسی وقت کچھ فائدہ ہوسکتا ہے جب انسان کے دل

Marfat.com

میں خدا کی سچی محبت - سچی لگن پیدا ہو۔

یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ لوگ صوفیہ کرام کے تذکروں میں کشف و کرامات تلاش کرنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ بھولے بھٹکے انسانوں کو صراط مستقیم پر لانا اوران کے زنگ آلود دلوں کو دنیا کی کدورتوں سے صاف کرکے ان کے اندر عشق الٰہی کی آگ کو گرمانا ہے - اور یہی اکابر نقشبندیہ کا شیوہ رہا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ برصغیرپاک وہند میں صوفیہ کرام اور خدا ترس تاجروں کے ذریعہ اسلام کی شمع روشن ہوئی۔ انہیں کے نفوس قدسیہ کے نور سے ظلمت کدہ ہند وپاکستان بقعہ نور بنا اور صدیوں کے بعد آج بھی اللہ اللہ کرنے والے جو کہیں کہیں خال خال نظر آتے ہیں - وہ انہی صوفیہ کرام کی طفیل ہے۔ یہ برگزیدہ ہستیاں اپنے اصلی وطن سے ہزاروں میل دور مرشدوں کی ہدایت پر چل پڑتے اور صنم کدوں کو توحید کی آواز سے مسجد بنا دیتے۔

حضرت ثانی لاثانیؒ بھی بیسویں صدی کے وہ مشہور بزرگ گزرے ہیں -جن کی تبلیغی مساعی اور فیضان نظر سے سرزمین پاکستان کے لوگوں میں اسلام کی صحیح سپرٹ۔ اسلام کی خالص روح پیدا ہوئی۔ ان کے فیوض وبرکات سے ایک عالم مستفیض ہوا ہے۔

زیر نظر کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ حضرت ثانی لاثانیؒ کے ان مساعی کا بھرپور تذکرہ کیاجائے۔جو انہوں نے اسلام کی عظمت کو دوبالا کرنے میں سرانجام دی ہیں۔

Marfat.com

یہ عجیب بات ہے کہ صوفیہ کرام پر جب اہل قلم لکھتے ہیں تو ان کی زندگی کے صرف ایک ہی پہلو پر زور دیتے ہیں۔ یعنی دنیا سے بے تعلقی۔ یا ان سے عقیدت رکھنے والوں نے ان کے کرامات کے قصوں سے تذکروں کے صفحات رنگ دیئے ہیں۔ اس قسم کے واقعات اور قصوں کے شامل ہو جانے سے ان کے مطالعہ میں بہت ہی دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔

یوں بھی ہمارے ان رہنماؤں کے حالات کے لئے ماخذ بہت محدود ہیں اکثر تذکرے بعد میں لکھے گئے ہیں۔ اور معاصر شہادت کی حیثیت نہیں رکھتے۔ ایک مورخ کا یہ اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے کہ اپنی تاریخ کے ان ابواب کی صحیح تصویر اور حقیقی پس منظر پیش کرے جو اس وقت محتاج توجہ رہے ہیں۔ بعض وجوہات کی بناء پر ایک زبردست غلط فہمی جس کے اکثر لوگ شکار رہے ہیں یہ نظریہ ہے کہ صوفیہ کرام رہبانیت کی زندگی بسر کرتے تھے یہ ایک حد تک قابل افسوس امر ہے کہ بعض مورخ صوفیہ کی سیاست سے کنارہ کشی اور زندگی کے ہنگاموں سے اپنے دامن کو محفوظ کرنے کی کوشش پر زور دیتے وقت حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں ان کے بیانات سے کچھ ایسا اندازہ ہوئے لگتا ہے کہ وہ صوفیہ کو ایک ایسا طبقہ سمجھتے ہیں جو اسلامی معاشرہ سے خود کو علیحدہ رکھنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط اور گمراہ کن نظریہ ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ جہاں تک خود ان کی نجی زندگی کا تعلق تھا وہ حکومت کی سرپرستی اور ملازمت سے احتراز کرتے تھے۔ لیکن کسی سے کچھ طلب کرنا شان فقیری کے خلاف سمجھتے۔

حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرق پوریؒ فاقہ کے دن کہا کرتے تھے۔

Marfat.com

" آج ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں"۔

علماء و مشائخ اس طریقہ کار کو توکل کہتے - اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ معاشرہ سے بے تعلقی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حقائق کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔واقعہ تو یہ ہے کہ صوفیہ کرام خدمت خلق کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ کسی دوسرے طبقہ کی زندگی میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

حضرت لاثانیؒ بھی انہی صوفیہ واکابر کی صف میں شامل ہیں ان کی نظر میں طاعت خدا اور طاعت رسول ﷺ کے دو پہلو تھے۔

لازمی و متعدی۔

لازمی کے تحت وہ عبادات آتی تھیں جن سے شریعت نے انسان کو مکلف کیا ہے۔ مثلاً نماز۔ روزہ - حج۔ زکوٰۃ وغیرہ۔ان عبادات کا اثر انسان کی اپنی ذات تک محدود ہے۔

متعدی میں وہ امور شامل ہیں جن کے نتائج اپنی ذات کے علاوہ دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہیں یہی وہ جذبہ صادق تھا جس کی بدولت قطب دوران حضرت لاثانیؒ نے معاشرہ کی اصلاح کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ موصوف شرع کے بڑی سختی سے پابند تھے - اور مذہب کے معاملہ میں ہمیشہ لوگوں کو یہی تلقین فرمایا کرتے تھے۔کہ وہ مذہب کی اصل روح کو سمجھیں۔اس پر کار بند رہیں اور کبھی کوئی ایسی بات نہ کریں جو غیرارادی طور پر کفر و شرک کی طرف لے جائے۔ وہ اکثر سورۃ البقرۃ کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کیا کرتے تھے:۔

Marfat.com

یاایھاالذ ین امنوا لاتقولو ا راعنا وقولوانظرنا واسمعوا۔ وللکافرین عذاب الیم۔

(ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ تم نہ کہو راعنا۔ اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور منکروں کو دکھ کی مار ہے)۔

یہود جب پیغمبر اسلام ﷺ کی مجلس مبارکہ میں بیٹھتے اور آپ ﷺ کلام فرماتے تو بعض باتیں جو یہود نے پہلے نہ سنی ہوتیں اور چاہتے کہ کہ پھر تحقیق کریں تو وہ کہتے راعنا یعنی ہماری طرف بھی متوجہ ہوں۔ ان سے یہ کلمہ سیکھ کر مسلمان بھی کسی وقت یہ الفاظ کہہ ڈالتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہا کرو۔ اگر کہنا ہی ہے۔ اپنی طرف توجہ مبذول کرانا ہی مقصود ہے تو انظرنا کا لفظ کہا کرو۔ دراصل یہود کو یہ لفظ کہنے میں دغا تھی۔ وہ اپنی فطری خباثت کا مظاہرہ کرتے ۔ وہ راعنا کا لفظ زبان دبا کر کہتے جس کے معنی ہیں" ہمارا چرواہا"۔ تو اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کو یہود کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور مسلمانوں کو ہدایت کردی کہ وہ ایسے الفاظ استعمال نہ کیا کریں جس سے دغا یا دھوکہ دینا مقصود ہو یا اس سے کفر۔ شرک یا الحاد یا گستاخی کا پہلو نکل سکتا ہو۔

حضرت لاثانیؒ ایک متبحر عالم دین تھے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کو سادگی۔ راست بازی۔ دیانت داری۔ ہمدردی ۔ رواداری ۔ شرافت۔ نجابت۔ طہارت اور تقدس کی ہی تلقین کی۔ انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اپنے حلقہ اثر کے لوگوں کے دلوں سے غلاظت اور تاریکی کو دور کردیا جائے۔موصوفؒ کہتے تھے حق کی راہ میں مصلحت کوشی

Marfat.com

سب سے بڑا گناہ ہے۔ جو مزا سچ کہنے میں ہے جو لطف آگ کے انگاروں میں لیٹنے کا ہے۔ جو مزا کانٹوں کی چبھن سے آتا ہے۔ وہ پھولوں کی سیج پر میسر نہیں آسکتا۔ حق خواہ کتنا بھی کڑوا کیوں نہ ہو اسے امرت سمجھ کر آب حیات جان کر پی جانا چاہیے۔

حضرت ثانی لاثانیؒ نے فقرو ولایت کی جانب پوری توجہ دی اور سیاسی غلبہ واقتدار اور معاشی فارغ البالی وغیرہ کی طرف توکل پر قائم رہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت موصوفؒ کا یہ پختہ ایمان تھا کہ جب تک ان چیزوں کی بنیاد اخلاق و روحانیت پر قائم نہ ہو انسان ہرگز انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی انسانیت کو فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

آدمیت احترام آدمی

باخبر شواز مقام آدمی

حضرت لاثانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کی بقاء کا راز انسانیت کے احترام میں ہے۔ جب تک تمام دنیا کی تعلیمی اور تہذیبی قوتیں اپنی توجہ کو محض احترام انسانیت کے درس پر مرتکز نہ کردیں یہ دنیا بدستور درندوں کی بستی بنی رہے گی۔ اگر اس قول مبارک کی گہرائی میں جایا جائے تو ہمیں احساس ہوگا کہ یہ واحد جذبہ ہے جو دنیا کو آنے والی تباہ کن جنگوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

حضرت لاثانیؒ اپنی گفتگو میں موتی پروتے تھے۔ اور یہی خواہش کہ حضرت موصوف کی زندگی کے اوراق دوسرے لوگوں کو بھی پڑھنے کا موقع ملے اس کتاب کی تحریر یا

Marfat.com

تالیف کا باعث ہے۔

ناظرین کرام کو اگر میری اس حقیر کوشش میں کوئی بات پسند آ جائے تو وہ اسے حضرت لاثانیؒ کے فیض روحانی سے منسوب فرمائیں اور تمام نقائص و کوتاہیوں کو خود میری کوتاہ فہمی تصور کریں

معانی ہرگز اندر حرف ناید

کہ بحر قلزم اندر ظرف ناید

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے۔

"مشائخ کرام کے قصے کہانیاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں جس سے انسانوں کے دلوں کو فتوح الٰہی حاصل ہوتی ہے"۔

کون نہیں جانتا کہ بزرگان اسلام کے احوال و مقامات کا ذکر اپنے اندر اتنی کشش اور جاذبیت رکھتا ہے کہ سننے والوں کے زنگ آلود قلب دھل جاتے ہیں۔وہ دل جہاں پہلے فسق وفجور۔ بے حیائی اور غلاظتوں نے ڈیرے جمائے ہوئے تھے وہ بہتے ہوئے پانی کی طرح صاف اور شفاف ہو جاتا ہے۔ اور اسی دل میں اپنے بزرگوں کے لئے۔ صوفیاء کے لئے۔ مشائخ کے لئے۔ صراط مستقیم پر گامزن لوگوں کے لئے محبت کا بے پناہ سیلاب امڈ آتا ہے۔اور بزرگوں کا ذکر تسکین خاطر کا باعث بنتا ہے۔انشراح قلب ہوتا ہے

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

Marfat.com

وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فوادک وجاء ک فی ھذہ الحق و موعظۃ و ذکریٰ للمومنین۔

(ترجمہ۔اے پیارے حبیب ﷺ۔ ہم آپ سے گزرے ہوئے نبیوں کے قصے اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے قلب کو ثابت قدمی حاصل ہو۔ اور اس کے ذریعے سے آپ تک سچائی اور نصیحت پہنچے اور مومنوں کے لئے ذکر پہنچے)۔

اس ارشاد باری تعالیٰ سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ذکر خیر۔ان کی حکایات انسانوں کے دل کی تسلی۔ ترتیب اور تالیف کا باعث ہیں۔ مشائخ حق کے احوال کاذکر رحمت خداوندی کے نزول کا باعث بنتاہے۔ نجات وبخشش کا ذریعہ بنتاہے۔

؎ حب درویشاں کلید جنت است

زیر نظر کتاب میں بھی اس عاشق رسول ﷺ کی زندگی کی جھلک ہے۔ جس نے ہزارہاگناہگاروں کو معصیت کی زندگی سے نجات دلائی۔ ان کے بے نور سینوں کو نور معرفت سے منور کیا۔ فقروتصوف کے اس سرسبز وشاداب باغ سے میں نے بھی فیض حاصل کیا۔ حضرت لاثانیؒ کی محبت شفقت اور نگاہ لطف و کرم نے مجھ جیسے دنیادار اور گناہگار کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا۔

؎ تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا

تیرے عشق نے بنایا میری زندگی فسانہ

اور پھر مجھے بھی شوق چراہا کہ میں حتی المقدور اپنی زندگی کو اتباع سنت اور پیروی

Marfat.com

شریعت کے مطابق بناؤں۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

من مات و لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔

(ترجمہ۔جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہل کی موت مرا)

مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنے زمانے کے امام کو پالیا۔ اور ان کی صحبت کیمیا اثر نے میری بجھی ہوئی زندگی میں امید اور نور کی کرن سمو دی۔ میرے دل کو بڑی کدورتوں اور آلائشوں سے پاک کردیا۔

اللہ تبارک و تعالٰی کا ارشاد ہے -

ومن یطع اللہ والرسول فاولئیک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھدآء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ ذالک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما۔(4: 69 - 70)-

(ترجمہ۔اور جو لوگ اللہ و رسول کا حکم مانتے ہیں ایسے اشخاص ان حضرات کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء - صدیقین۔ اور شہداء و صلحاء۔ اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں اور ان کے ساتھ رفاقت محض اللہ کا فضل ہے اور اللہ بس ہے خبر رکھنے والا)۔

مجھے فخر ہے کہ میں نے رشد وہدایت کے لئے جس برگزیدہ ہستی کو منتخب کیا وہ قطب دوراں تھا میری نظر میں وہ کلیم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ مجدد بھی ہیں اور مصلح بھی۔ساحر بھی اور ولی بھی۔ مجذوب بھی ہیں -اور عارف بھی۔ طریقت کے دشوار گذار

Marfat.com

راستوں کے رہبر بھی ہیں اور حقیقت کے مرحلوں کے ہادی بھی۔

خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فمن یرد اللّٰہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام۔

(ترجمہ۔بس جس کو اللہ ہدایت کرناچاہتا ہے اسکا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

سن 1952ء موسم گرما کی بات ہے مجھ پر بیماری (Nervous Breakdrm) کا شدید حملہ ہوا۔ میں نے اپنے علاج میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ایلوپیتھک دوائیوں سے جب آفاقہ نہ ہوا تو میں نے ہومیوپیتھک اور بایو کیمک دوائیوں کا سہارا لیا۔ مگر پھر بھی افاقہ نہ ہوا۔ دوستوں کے مشورہ پر لاہور کے نامور یونانی حکماء کے مطب خانوں کی خاک بھی چھان ماری مگر مرض تھا کہ۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

دواؤں سے عارضی آرام ضرور حاصل ہوتا مگر جب مرض کا اچانک دورہ پڑتا تو میں شدت تکلیف سے مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا۔ میرا جسم اندر سے کھوکھلا ہوچکا تھا۔ میں محض ایک چلتا پھرتا ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ میں زندگی سے قطعا مایوس ہوگیا۔ بعض مرتبہ تو میں اپنی حالت دیکھ کرخود خون کے آنسو رو دیتا۔ میرے دوست احباب اور رشتہ دار میری اندرونی کیفیت اور پریشانی سے قطعاناواقف تھے کیونکہ میں ان سے اپنی پریشانی کا تذکرہ کرکے ان کو پریشان نہیں کرنا چاہتاتھا۔

ماھرین نفسیات کا کہنا ہے کہ انسان زندگی سے بڑا پیار کرتا ہے۔ اور وہ اس دنیا سے کوچ کرنا پسند نہیں کرتا۔ اور جب انسان بیمار ہوتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جلد

86491 68999

Marfat.com

از جلد ہنستی کھیلتی دنیا میں واپس لوٹ آئے یہی وجہ ہے کہ وہ ہر حکیم۔ ہر ڈاکٹر۔ ہر سنیاسی کو آزماتا ہے۔ ٹونے ٹوٹکے استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا اور اسی جھنجھلاہٹ میں ہر شخص سے مشورہ طلب کرتا ہے اور پھر بڑے خلوص سے اس مشورہ پر عمل کرتا ہے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ایک معالج نے مجھے خالص شہد استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ میں نے سوچا یہ بھی آزمالیں ممکن ہے اللہ پاک پروردگار میرے حال پر کرم فرما دیں۔

مجھے اس تلخ حقیقت کو رقم کرتے ہوئے ندامت ہو رہی ہے کہ مجھے خالص شہد کے حصول میں بڑا تلخ تجربہ ہوا۔ بازار میں دستیاب سکہ بند شہد بھی ملاوٹ سے خالی نہ تھے۔ حکیموں اور عطاروں کے ہاں سے ملنے والے شہد بھی تکلیف وہ حد تک شہد کی شکل جیسی کوئی چیز ضرور تھے مگر شہد نہ تھے۔

شہد کسی قدر قیمتی اور کم یاب شے ہے اس لئے اکثر لوگ مصنوعی شہد بنا کر اصلی کے نام سے فروخت کر دیتے ہیں جو صریحا دھوکہ بازی کے مترادف ہے اور شرعا قطعی حرام ہے۔

میں ان دنوں انجمن حمایت اسلام کے مشہور زمانہ تعلیمی ادارہ اسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی ادبیات کا استاد تھا۔ ایک دن میں نے اپنی کلاس میں سرسری طور پر خالص شہد کے حصول کے سلسلہ میں اپنے تجربہ کا ذکر چھیڑ دیا۔ ایک طالب علم جس کا نام منصور احمد ولد میاں نصیر احمد صاحب ہے۔ کلاس ختم ہونے کے بعد میرے پاس آیا اور یوں گویا ہوا۔

Marfat.com

" سرجی۔ میں شرق پور شریف کا رہنے والا ہوں - ہماری بستی میں ایک خاندانی عطار ہیں جن کا نام حکیم بشیر صاحب ہے۔ میں نے سنا ہوا ہے۔ کہ وہ بہت نیک اور دیانتدار شخص ہیں اور خالص شہد فروخت کرتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو کل لیتا آؤں"۔

مجھے کیونکہ اصلی شہد کے حصول کا تجربہ قدرے زیادہ ہی تلخ تھا۔ میں نے منصور احمد سے منگوانا مناسب نہ سمجھا۔ سوچا کہ خود شرق پور شریف جاکرشہد چکھ کر خریدوں۔ لہٰذامیں نے عطّار بشیر صاحب کاپورا پتہ حاصل کرلیا۔ اور اتوار کو شرق پور شریف جانیکاعزم کیا۔ ان دنوں اتوار کوچھٹی ہوا کرتی تھی۔

حسب پروگرام میں اتوار کو شرق پور شریف پہنچ گیا۔مجھے جناب بشیر صاحب عطار کی دوکان تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔بشیر صاحب بڑے زندہ دل انسان ہیں۔ میں نے ان سے تفصیل کے ساتھ اپنی تکلیف کاتذکرہ کیا۔ اور ان کو بتایا کہ اب خالص شہد ہی میرے لئے تریاق ہوسکتا ہے۔ بشیرصاحب نے مجھے شہد کی ایک بوتل لا کردی۔میں نے بڑی احتیاط سے شہد کو چکھا۔ اس کے ذائقہ سے احساس ہوا کہ یہ کافی حد تک خالص ہے۔ شہد چار روپے سیر تھا۔ میں نے دو سیر شہد خریدنے کاخیال ظاہر کیا۔

منصور احمد بڑا نیک اور ذہین طالب علم تھا۔ میرے ہمراہ تھا۔اور باتوں کا سلسلہ چھڑ گیا۔ منصور نے بتایا کہ شرق پور شریف مرجع خلائق ہے اور ہزاروں طالبان حق یہاں آکر اپنی منزل مراد پالیتے ہیں۔منصور احمد نے بڑے اچھے الفاظ میں حضرت قطب

Marfat.com

دوراں لاثانیؒ کا تذکرہ کیا۔ بشیر صاحب نے بھی خانوادہ شرق پور کی کرامات وکشف کے بڑے قصے سنا ڈالے۔ اور بتایا کس طرح حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ اور حضرت لاثانیؒ نے اس بستی کی دنیا ہی بدل کرر کھ دی ہے۔ آج اللہ ہو کے نعروں سے گونج رہی ہے۔ درود وسلام کی آوازوں سے فضا معمور ہے۔

یہ میری جوانی کے دن تھے ۔جب انسان تعیش اور تفریح کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔بس ایک عرصہ سے انگریزی ادبیات کا درس دے رہا تھا۔ مجھے انگریزی افسانوں سے زیادہ لگاؤ تھا چہ جائیکہ کہ مذہب سے رغبت ہوتی جب کبھی کوئی اولیاء اللہ کی کرامات کاذکر چھیڑتا تو میں اسے محض خوش فہمی اورذہنی پیداوار سمجھ کرخاموش ہوجاتا۔ میں سمجھا کہ انگریزی ادبیات کے مافوق العادات قصوں کہانیوں کی طرح یہ بھی محض فرضی قصے ہیں۔انسانی ذہن کی اختراع ہیں - اور دور دور تک بھی حقیقت دکھائی نہیں دیتی۔مغربی ادب کے مطالعہ سے ذہن Scepticism (تشکیک پسندی) کی طرف کچھ مائل تھا۔میں نے سوچا لگے ہاتھوں آج شرق پور شریف کے زندہ پیر حضرت لاثانیؒ کو بھی دیکھتا چلوں۔ میں نے بشیر صاحب عطار کو کہا کہ میں واپسی پر شہد خرید لوں گا۔ اور منصور احمد اور بشیر صاحب سے اجازت چاہی اور سیدھا مین بازار کیطرف چل دیا۔دوپہر کاوقت تھا۔ اس وقت مسجد کے حجرہ میں حضرت لاثانیؒ اکیلے تشریف فرما تھے۔ میں نے مودبانہ سلام عرض کیا تو حضرت لاثانیؒ نے بڑی خندہ پیشانی سے سلام کاجواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔

وہ کچھ دیر تک اذکار واشغال میں مستغرق رہے پھر میری طرف متوجہ ہوکر حاضری کا

Marfat.com

مقصد دریافت فرمایا۔میں نے پہلے اپنا تعارف کرایا۔اور وہ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئے کہ میں درس وتدریس کے شعبہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ پھر میں نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ آپ کی زیارت کا شوق مجھے اتنی دور لے ایا ہے ۔حضرت لاثانیؒ زیر لب مسکرائے۔مجھے بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا اور خود اٹھے اپنی جوتی اور عصااٹھایا اور گھر کو تشریف لے گئے۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد جب واپس تشریف لائے تو ان کے ہاتھ میں شہد کی ایک بوتل تھی۔ سلام کرکے یوں گویا ہوئے۔

"خداوند کریم نے انسان کے لئے جتنی غذائیں انعام فرمائی ہیں ان میں شہد کو ایک خاص اور ممتاز مقام حاصل ہے۔نوزائیدہ بچہ کو دایہ بطور گھٹی کے شہد چٹاتی ہے۔ جاں بلب مریض کے لئے طبیب آخری وقت میں شہد ہی تجویز کرتاہے۔ گویاکہ شہد ہی اولین اور آخری غذاء و دوا ہے جوانسان اس دنیا میں استعمال کرتاہے۔ دنیاکے تمام الٰہیہ و غیرالٰہیہ مذاہب نے شہد کو ایک فرحت و ہمت بخش غذاء اور دوا قرار دیا ہے۔تم یہ بوتل رکھ لو۔خالص شہد ہے۔ تمھارے لئے بہت مفید ثابت ہوگا"۔

مجھے ایسامحسوس ہوا جیسے کاٹو تو لہونہیں۔ میں سوچنے لگا کہ حضرت لاثانیؒ کومیری ضرورت اورمیری تکلیف کا کس طرح علم ہوا؟۔ میں دل ہی دل میں ندامت کے مارے پیچ وتاب کھارہا تھے۔غالباً حضرت لاثانیؒ نے میری دلی کیفیت کوبھی بھانپ لیا تھا۔میری توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہوئے فرمانے لگے۔

"میرے مرید جانتے ہیں مجھے شہد بہت ہی زیادہ مرغوب ہے اس لئے وہ کہیں نہ کہیں سے خالص شہد ڈھونڈ ہی لاتے ہیں۔ یہ بالکل خالص شہد ہے۔ اس میں بالکل

Marfat.com

کسی قسم کی کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت لاثانیؒ نے خود ہی شہد کو پانی میں حل کیا اور شربت کی صورت میں مجھے پینے کیلئے عطا کیا۔ حق بات تو یہ ہے کہ اس کا ذائقہ اب بھی زبان پر موجود ہے۔ شہد کا پینا تھا کہ میں نے اپنے ناتواں جسم میں نئی طاقت محسوس کی۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ انسان ظاہر و باطن کا مجموعہ ہے ظاہر کی ترقی باطنی ترقی میں مانع نہیں ہوتی اور باطنی ترقی ظاہری ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق

عشق نہ ہو تو یہ جہاں بت کدہ تصورات

اقبال نے سچ ہی کہا تھا۔ نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اور مجھے حدیث یاد آگئی۔

"بندہ برابر طاعات و عبادات سے تقرب حاصل کرلیتا ہے یہاں تک کہ آخر میں وہ میرے اوصاف کا آئینہ بن جاتا ہے۔ میں ہی اس کا کان بن جاتاہوں اور وہ میرے ذریعہ سے سنتا ہے۔ میں ہی اس کی آنکھ بن جاتاہوں اوہ وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ میں ہی اس کی زبان بن جاتا ہوں کہ وہ میرے ذریعے بولتا ہے اور میں ہی اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ اس سے تصرف کرتا ہے اور میں ہی اس کا پاؤں بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے چلتاہے"۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

مارمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمٰی۔

Marfat.com

(ترجمہ-اور نہ پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تھا لیکن اللہ نے پھینکا تھا)۔

مولانا جلال الدین رومی نے کرامات اولیاء کرام کے ضمن میں کیا خوب فرمایا ہے۔

تاکجا ایں حکمت یونانیاں

حکمت ایمانیاں راہم بخواں

ہست قدرت اولیاء را ازالہ

تیر جستہ باز گردانند زراہ

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہ میری زندگی کا بڑا ہی عجیب تجربہ تھا۔ اس روز مجھے مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا وہ فرمان بار بار یاد آیا جو باتیں سالک کو بغیر معرفت حاصل نہیں ہوسکتیں۔

اول آنکہ دروغ نگوید۔دوم غیبت نگوید درملاء وخلاء۔ سوئم ہر مخلوقے راںیازارد - چہارم درہمہ چیزہاامین گردد۔

(ترجمہ-اول جھوٹ نہ بولے۔دوسرے غیبت ظاہری پوشیدہ طور سے نہ کرے۔ تیسرے مخلوق کو آزار نہ پہنچائے۔ چوتھے ہر معاملہ میں امانت دارر ہے"۔

میں انہی خیالات میں مگن تھا کہ حضرت لاثانیؒ پھر ارشاد فرمانے لگے۔

"شہد ایک پاک و طیب چیز ہے۔یہ بطور دوا اور غذا ہر طریق سے مستعمل ہے -قرآن حکیم نے شہد کی فضیلت و افادیت کی گواہی دی ہے"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے(پارہ نمبر ۱۴۔ سورۃ النحل آیت نمبر 68 - 69 میں

Marfat.com

فرمایا ہے۔

واوحی ربک الی النحل ان اتنخذی من الجبال بیوتا و من الشجر و مما یعرشون - ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذلفا یخرج من بطونها شراب مختلف الوانہ فیه شفاء للناس۔

(ترجمہ۔اور تمھارے پروردگار نے شہد کی مکھی پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں اور ٹہنیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں اپنے چھتے بنا اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفاء ہے لوگوں کے لئے۔

اس کے بعد حضرت قبلہ مسکرائے۔ ان کی نظر کرم نے میرے لوح دل سے بزرگوں کی ولائت کے متعلق پائے جانے والے تمام شکوک و شبہات اور شیطانی وسوسے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے۔

ظہر کی نماز کے بعد بھی میں کافی دیر تک حضرت کے پاس گم سم بیٹھا رہا۔ آخر اجازت لی۔ مسجد سے باہر قدم رکھا۔ اچانک خیال آیا کہ شام کا وقت ہو رہا ہے واپسی کے لئے سواری بھی نہ ملے گی۔ اتنے میں ایک بس میرے پاس آ کر رکی۔ ڈرائیور نے کہا کہ وہ لاہور جا رہا ہے اگر چاہو تو سوار ہو سکتا ہوں۔ میں نے اس مدد کو مدد غیبی جانا۔ اور بس میں سوار ہو گیا۔ سارا راستہ یہی سوچتا رہا کہ حضرت لاثانیؒ کی زیارت نے تمام مشکلات آسان کر دیں۔

Marfat.com

اب مجھے جب بھی فرصت ملتی ہے۔کشاں کشاں شرق پور شریف کا رخ کرتا۔ اور میری یہ انتہائی خوش نصیبی ہے کہ میں حضرت لاثانیؒ کی زیارت و صحبت کو اپنے لئے خاص عطیہ خداوندی اور رحمت پروردگار سمجھتا ہوں۔ حضرت لاثانیؒ سے میرا یہ تعلق ان کی وفات تک رہا اور الحمد للہ اب وہی تعلق خانوادگان سے ہے۔

حضرت لاثانیؒ مجھ پر خاص نظر کرم فرماتے اور ہمیشہ محبت وشفقت سے پیش آتے۔ انہی کی یاد میں یہ تالیف حاضر کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ ممکن ہے میری نجات اخروی کا باعث بن جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا قول ہے۔

"بزرگان سلف کی حکایتیں چراغ کی مانند ہیں۔جب آفتاب غروب ہوجاتا ہے توچراغ سے ہی روشنی حاصل کی جاتی ہے"۔

میری تمنا ہے کہ حضرت لاثانیؒ کا یہ تذکرہ پڑھنے والوں کے دلوں کے لئے تروتازگی کاسامان پیدا کرے اور ان کے دلوں کواسلام کی حقیقی روح روشنی اور عظمت سے ہمکنار کرے۔(آمین)۔

حضرت میاں ثانی لاثانیؒ کو دیکھیں تو ہمہ رنگی نظر آئے گی۔ جس نے آپ کو حسن ظن سے دیکھا باکمال دیکھا اور جس نے دیکھا جدا جدا دیکھا۔ جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر دیکھا اور آپ کا گرویدہ ہوگیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا۔ آپ رحمتہ للعالمین کے ماننے والے ہی نہ تھے بلکہ ان کے عاشق صادق تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی آپ کا ایمان تھا۔ آپ کے معمولات پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں جیسے نہ

Marfat.com

تھے۔ وہ دین محمد ﷺ کے جانثار اور شمع رسالت کے پروانے تھے۔ خلاف سنت مطہرہ کوئی عمل آپ کو پسند نہ تھا اسی لئے آپ اس سلسلے میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ آپ کی شخصیت کے کچھ پہلو مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوریؒ کے آباؤ اجداد

حضرت میاں غلام اللہ المعروف بہ ثانی لاثانیؒ کے آباو اجداد کابل کے رہنے والے تھے۔ علم و فضل کی بدولت وہاں انہیں "مخدوم" کے معزز نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ شاہی خاندان کے استاد بھی تھے۔ جب برصغیر پاک وہند میں اسلام کا پرچم بلند ہوا اور جابجا اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں تو حضرت میاں صاحبؒ کے مورث اعلیٰ قصور آ کر آباد ہوگئے۔ قصور اس زمانہ میں ہر اعتبار سے قابل رشک شہر تھا۔ ہر جگہ دینی درسگاہیں کھلی تھیں چنانچہ حضرت میاں صاحبؒ کے اجداد نے یہاں آ کر بھی آبائی شغل جاری رکھا۔

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قصور پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا تو مولانا غلام رسول "حجرہ شاہ مقیم" میں چلے گئے۔ اور آپ حضرت شیخ قطب علی امامؒ سجادہ نشین حجرہ شاہ مقیم والوں کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کے دو نو عمر صاحبزادوں کے استاد مقرر ہوئے۔ لیکن یہاں بھی گردش ایام نے نہیں ٹھہرنے دیا یعنی سکھوں نے حجرہ شاہ مقیم پر بھی حملہ کر دیا۔ آخر کار شرقپور پہنچے۔ انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

مولانا کی شادی شرقپور کے ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی آپ کی اولاد میں ایک لڑکی آمنہ بی بی تھیں ان کا نکاح میاں محمد حسین قصوری سے ہوا۔ ان سے تین بیٹے تھے۔

Marfat.com

1- میاں عزیز الدین۔

2- میاں حمید الدین۔

3- میاں نظام الدین۔

حضرت شیر ربانیؒ میاں عزیزالدین کے لخت جگر تھے۔ آپ کی ولادت کی خوشخبری حضرت میاں شیر ربانیؒ کے جد اعلیٰ کو کابل کے ایک بزرگ نے ایک صدی پہلے دی تھی۔

ایک روایت ہے کہ آپ کی ولادت سے بہت سال پہلے ایک مجذوب مولد پاک کے اردگرد چکر لگایا کرتے تھے۔ لوگوں کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ "اس محلّہ میں ایک مقبول بارگاہ رب العزت پیدا ہو گا۔ میں اس کی بوے مست سے روح کو مسرور اور دل ودماغ کو تازہ کرتا ہوں"۔

آپ کی بڑی ہمشیرہ فرماتی ہیں کہ جب "شیر ربانیؒ پیدا ہوئے تو گھر بھر میں عجیب کیفیت پائی جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوا کہ آسمان سے ایک تخت اترا ہے۔ فرشتے میرے بھائی کو اس پر بٹھا کراوپر لے گئے ہیں -اور جب واپس لے کر آئے تو گویا یہ شاہی ملبوس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ ولادت کے ساتویں روز ان کانام "شیر محمد" رکھا گیا۔

حضرت شیر محمدؒ کے چھوٹے بھائی میاں غلام اللہ تھے۔ جن سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ آپ ہی کی نظر کیمیا صفت نے آپ کو ثانی لاثانیؒ بنا دیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد میاں ثانیؒ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

Marfat.com

حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ۔

میاں غلام اللہ المعروف بہ حضرت ثانی لاثانیؒ میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ابتدائی تعلیم لاہور میں اپنے ننھیال کے ہاں رہ کر پائی۔ میاں شیر محمدؒ کو اپنے برادر عزیز سے اتنی محبت تھی کہ جب کبھی وفور جذبات سے مجبور ہوتے والدہ ماجدہ سے اجازت طلب کر کے ان کو ملنے کے لئے لاہور کارخ کرتے۔ادھر میاں ثانی صاحبؒ برادر بزرگ کا دیدار کرنے کے لئے شرق پور کی جانب بڑھتے اور اکثر ایسا اتفاق ہوتا کہ دونوں بھائیوں کی ملاقات راستے میں ہوتی اور ایک دوسرے سے مل کر وہیں سے واپس ہو جاتے۔

میاں ثانی صاحبؒ دینی تعلیم سے فارغ ہوئے تو انہوں نے حکیم محمد اسماعیل جو شرق پور کے مشہور حکیم تھے سے حکمت سیکھی اور اپنا ذاتی مطب کھول لیا لیکن شاید قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ ایک عالم دین صرف بیماروں کے جسم کا علاج ہی کرتا رہے قدرت تو نبی نوع انسان کی طرح ہر خدمت لینا چاہتی تھی لیکن شاید ابھی اس کا وقت نہ آیا تھا۔میاں ثانی صاحبؒ نے حکمت چھوڑی تو ملازمت اختیار کرلی۔ لیکن ایک اللہ کا بندہ کس طرح کسی دوسرے کا پابند ہو سکتا تھا۔ یہ ملازمت بھی آپ کی فطرت کے خلاف تھی چنانچہ آپ نے ملازمت چھوڑ دی اور زمین کی دیکھ بھال کرنے لگے۔

برصغیر پاک و ہند میں جتنے بزرگ گزرے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی نگاہ دی تھی کہ جس کی طرف دیکھ لیتے اسی کی دنیا بدل جاتی -وہ آن واحد میں کچھ سے کچھ بن جاتے۔

انہوں نے اپنے کردار اپنے اقوال اور خاص کر اپنی نگاہ سے اپنے مریدوں میں ملنے

Marfat.com

والوں اور پاس بیٹھنے والوں کو کندن بنا دیا۔اعلیٰ حضرت میاں شیر محمدؒ تالیف القلوب میں ید طولیٰ رکھتے تھے ان کی نگاہ کیمیا صفت جس پر پڑتی وہ خدا آشنا ہوجاتا۔جو ہر قابل کبھی کسی بزرگ کی نگاہ سے چھپا نہیں۔

میاں ثانی صاحبؒ اپنے بردار بزرگ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ سے کیونکر چھپ سکتے تھے۔ میاں شیر محمد صاحبؒ میاں ثانی صاحبؒ کو جس مقام پر دیکھنا چاہتے تھے وہ بہت بلند و بالا تھا۔وہ انہیں رشد و ہدایت کے میدان کا شہسوار بنانا چاہتے تھے لیکن وقت کے منتظر تھے۔یہاں تک کہ ایک دن میاں صاحبؒ نے خود اپنے برادر بزرگ سے عرض کی کہ ان کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔میاں شیر محمدؒ نے سنا لیکن خاموش رہے۔بالآخرایک جمعہ کے روز انہوں نے میاں ثانیؒ کو بلوایااور ان کو ایک ہی نگاہ میں اس منزل تک پہنچا دیا جہاں کوئی دوسرا آدمی برسوں کی ریاضت و مجاہدہ کے بعد بھی نہیں پہنچ سکتا۔میاں ثانی صاحبؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اورجب طبیعت سنبھلی تو میاں صاحب کچھ اور ہی تھے اب دن کو ذکر و فکر کی محفل میں لذت محسوس ہونے لگی عبادت و ریاضت میں بہت حظ محسوس ہونے لگا۔

شیر ربانی میاں شیر محمدؒ نے اپنے آخری وقت میں میاں ثانی صاحبؒ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

"گھبرانا نہیں مہمانوں کی خدمت کرنا نماز جمعہ خود پڑھانا وقتاً فوقتاً اور نمازیں بھی پڑھا دیا کرنا جو بھی ملنے آئے اسے اللہ اللہ کا ورد بتا دینا۔ انشاء اللہ تمہیں کسی بات کی کمی نہیں رہے گی"۔

Marfat.com

جب یہ مصلیٰ حضرت ثانیؒ کو مرحمت ہوا تو آپ بھی بفضل تعالیٰ طائفہ سلوک و عرفان پر چھا گئے اور بے شمار مخلوق کو راہ راست پر لائے۔ آپ کی یہی کرامت تھی کہ آپ سے ملنے والے دوسروں سے ممتاز نظر آتے تھے۔ اس مصلے پر بیٹھ کر حضرت ثانی لاثانیؒ نے اعلیٰ حضرت کے طریق تعلیم کو ایک ایسی تحریک دی کہ جو کوئی آپ سے ملا اس کی دنیا بدل گئی۔

آپ سے ملنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا کہ دل برف کی مانند سرد ہوچکا ہے۔ حرص وہوس اور خواہشات و جذبات نام کو نہیں۔اگر دل میں کوئی چیز ہے تو وہ جذب وشوق ہے جو مرشد کے سینے سے منعکس ہوکر اس کی طرف آرہا ہے۔غرض یہ کہ میاں ثانی صاحبؒ اعلیٰ حضرت کی عملی تصویر بن کر طالبان راہ حق کو چشمہ فیض سے سیراب فرماتے رہے اور خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

شیر ربانی میاں شیر محمدؒ کی رحلت کے بعد لوگ میاں ثانی صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ آپ نے اپنے برادر بزرگ کا فرمان پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش کی اور سنت رسالت مابﷺ کا جونہال شگفتہ شیر ربانیؒ نے سرزمین شرق پور میں لگایا تھا۔میاں ثانی صاحبؒ نے اس کی آبیاری کی اور اس کی مہک ہر طرف پھیل گئی۔

میاں شیر محمدؒ کو اپنے بھائی سے کسقدر محبت تھی اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے بعد از وصال بھی لوگوں کو میاں ثانی صاحبؒ سے تلقین و ارشاد کا درس لینے کی تاکید فرمائی اپنے مریدوں کو اکتساب فیض کے لئے میاں ثانیؒ کی خدمت اقدس میں جانے کا حکم فرمایا۔

Marfat.com

محمد امین شرقپوری سے ایک روایت ہے کہ میاں چراغ دین سکنہ للیانی شرقپور آتے اور اعلیٰ حضرت کے مزار کی زیارت کرکے لوٹ جاتے ۔ایک مرتبہ میاں ثانی صاحبؒ للیانی گئے تو میاں چراغدین نے خواب میں دیکھا کہ شیر ربانیؒ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ آج میرے بھائی للیانی میں آئے ہوئے ہیں تم ان سے ملو۔ کیونکہ تم شرقپور جاتے ہو اور ان سے مل کر نہیں آتے۔

اسی طرح ایک اور صاحب (مولوی عبد الرحمن) کو خواب میں حکم دیا کہ میاں ثانی صاحبؒ کے پاس جاؤ اور ان سے معافی مانگو اور ان کے مشورے پر عمل کرو۔

غرض یہ کہ میاں شیر محمدؒ کو میاں ثانی صاحبؒ سے جو محبت تھی اور جن بلند مقامات پر وہ ان کو دیکھنا چاہتے تھے انہوں نے ان کو انہی بلند مقامات پر پہنچا دیا۔اور میاں ثانی صاحبؒ نے بھی اپنے آپ کو ان کا صحیح جانشین ثابت کیا اور اپنی ریاضت اور سلوک کی وجہ سے میاں ثانی لاثانی صاحبؒ کہلائے۔

اولیاء کرام کا دل آئینہ کی مانند ہوتا ہے۔جس میں وہ کائنات کی ہرچھوٹی بڑی چیز کو بہ آسانی دیکھ لیتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان کے سامنے آتا ہے تو وہ فورا اس کے دل کا حال جان لیتے ہیں۔میاں ثانی صاحبؒ میں بھی یہ صفت تھی کہ وہ ہر آنے والے کو بھانپ لیتے تھے کہ یہ کس غرض سے ان کے پاس آیا ہے۔

میاں ثانی صاحبؒ لمبے قد شرع کے پابند خوش لہجہ اور خوش کلام شخصیت کے مالک تھے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ ان میں کمال کی سادگی تھی وہ نہایت ملائم الطبع تھے۔

Marfat.com

ان کی زندگی میں اسلامی رنگ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسی لئے آپ خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرماتے تھے۔ آپ کی زندگی تعلیم محمدی ﷺ سے لبریز تھی۔ آپ سمجھتے تھے کہ جناب رسالت ماب ﷺ کی ذات پاک کو جملہ مخلوق پر پورا پورا اختیار ہے اس لئے ان کی محبت ہم پر لازم ہے اور ان کا حکم قابل تسلیم۔ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ دونوں چیزیں یعنی محبت اور اتباع لازم و ملزوم ہیں اور محبت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے محب کے سامنے سر جھکا دے۔

میاں ثانیؒ نے بھی اپنی ذات کو اپنے محبوب کی ذات میں فنا کر رکھا تھا۔ وہ حضور ﷺ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے اور ہمہ وقت حضور ﷺ کی خوشنودی کے طالب رہتے۔

میاں ثانی صاحبؒ پر عشق محمدی ﷺ کا ایسا رنگ چڑھا ہوا تھا کہ آپ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے اور بات چیت میں اخلاق محمدی ﷺ کی ہر ممکن پیروی کرتے۔ میاں ثانی صاحبؒ غریبوں اور ناداروں کی مدد فرماتے مہمانوں کی تواضع تو ان کے گھر کا معمول بن چکا تھا۔ لوگوں کی مصیبت میں ان کے کام آتے۔ کسی سے رنجیدہ نہ ہوتے۔ صاحب علم لوگوں کی قدر کرتے بلکہ علماء سے ملنے میں پہل کرتے۔ ہم نشینوں میں کبھی امتیاز سے نہ بیٹھتے نماز تسبیح نوافل اور وظائف وغیرہ میں وقت کی پابندی کو ملحوظ رکھتے۔ عزیزواقارب سے ملتے ان کی خوشی و غمی میں شرکت فرماتے۔ سادہ لباس پہنتے ہمیشہ نیچی نگاہ کرکے چلتے۔ حاجتمند کو کبھی مایوس نہ کرتے۔

میاں ثانی صاحبؒ میں عجزوانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ ذاتی شہرت اور

Marfat.com

تعریف کو پسند نہ کرتے تھے اگر کوئی خوشامدی ایسا کرتا تو اس سے خفا ہو جاتے۔ کوئی تعظیم کے لئے اٹھتا تو سخت ناگواری کا اظہار کرتے۔ عجز و انکساری کے ساتھ ساتھ میاں ثانی صاحبؒ صاف گو بھی تھے۔ اور خلاف شرع امور پر بڑے سے بڑے شخص کو بھی ٹوک دیتے تھے۔ کبھی کسی کے عہدہ کا لحاظ کر کے غلط بات پر چشم پوشی نہیں کی بلکہ اسے فوراً اس کی غلطی پر ٹوک دیا۔

غرض یہ کہ میاں ثانی صاحبؒ کی شخصیت کی جو تصویر ہمارے سامنے ابھرتی ہے وہ ہمہ رنگ کی آمیزش ہے اس میں بعض رنگ شوخ ہیں تو بعض ہلکے۔ وہ اپنے برادر بزرگ کی عملی تصویر بن کر لوگوں کی روحانی پیاس بجھاتے بھی رہے۔ اور عشق رسول ﷺ میں سرشار ہو کر خدمت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ آپ نے میاں شیر محمدؒ کے نام نامی سے ایک جامعہ قائم کیا یعنی "جامعہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ "جس میں علوم تفسیر حدیث فقہ اور قرأت سیکھنے کے لئے دور دور سے طلبہ آتے ہیں اور اس جامعہ سے نور علم حاصل کر کے لوگوں میں بانٹ رہے ہیں۔ یعنی فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہر طرف اس نور کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

خوش خلقی

غزالیؒ کی رائے ہے کہ بعض لوگ فطرتاً ایسے خوش خلق ہوتے ہیں کہ انہیں کسی تعلیم و تادیب کی مطلقاً ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت میاں ثانی لاثانیؒ صاحب بھی ایسے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ شروع ہی سے خوش خلق مشہور تھے نہایت بلند کردار کے مالک تھے جو لوگ آپ کو ملنے کے لئے آتے آپ ان سے بے پناہ شفقت، اور

Marfat.com

محبت سے پیش آتے۔ جو بھی آپ کی صحبت میں رہا یہی کہتے سنا گیا کہ جس قدر حضرت نے مجھ سے اچھا سلوک اور محبت کی ہے وہ کسی اور سے نہیں کی۔ اگر ملنے والا اپنی غربت اور تنگ دستی کا ذکر کرتا تو آپ نہایت شفقت اور محبت سے اس کی دلجوئی کرتے آپ کی زبان میں ایسی مٹھاس ہوتی کہ وہ اپنی تکلیف بھول جاتا اور اسے یہ احساس بھی نہ رہتا کہ وہ غربت اور تنگ دستی کا شاکی تھا۔ اس طرح اگر کوئی صاحب ثروت اورامیر آدمی بندہ ہواو حرص بن کر دولت کی خواہش کرتا اور آپ سے دعا کا طلب گار ہوتا تو آپ ایسے الفاظ میں اس کی توجہ ایسے لوگوں کی طرف دلاتے جو اس سے زیادہ پسماندہ ہیں اور اپنی زندگی قوت لایموت کے طور پر بسر کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ ایسے لوگوں کو ایثار و قربانی کی تلقین کرتے اور اپنے سے کمتر لوگوں سے سبق حاصل کرنے کو کہتے ۔ اکثر ایسے لوگ مطمئن ہوجاتے اور دولت کی طمع چھوڑ کر غربا اور مسکین کی مدد پر آمادہ ہوجاتے۔

اگر کوئی بیمار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ نہ صرف یہ کہ اس کی مزاج پرسی کرتے بلکہ اسے علاج معالجے کی ہدایت بھی کرتے اور چونکہ طب سے باخبر تھے اس لئے اکثر یونانی ادویات تجویز بھی کردیتے اور ان کے استعمال کی ترکیب بھی بتادیتے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ کسی مستند حکیم یاڈاکٹر سے مشورہ کرنے کو کہتے ۔ ان کا کہنا تھاکہ بیماری سے شفاء تو منجانب اللہ ہے۔ لیکن انسان کی طبیعت تسکین و اطمینان چاہتی ہے اس لئے بیماری کا علاج ازبس ضروری ہے۔ بیمار آدمی کے صرار پر آپ کبھی کبھار پانی بھی دم کردیتے اور اسے پینے کو کہتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوا کے

Marfat.com

استعمال پر بھی زور دیتے۔ میاں ثانی صاحبؒ کا نظریہ یہ تھا کہ کسی شخص کو بھی مایوس نہ کیا جائے۔مایوسی ایک لعنت ہے۔اس قول کے مصداق وہ ہر اس شخص کی دلجوئی کرتے جو ان کے پاس آتا اس میں ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی تخصیص نہ ہوتی۔ آپ سے ملاقات کرنے والوں کا اکثر تانتا بندھا رہتا۔ لوگوں کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ آپ کی صحبت میں بیٹھ گیا اس کا دل نہ چاہتا تھا کہ وہاں سے اٹھ کر چلا جائے لوگ آپ کی شیریں گفتگو کو سننے میں محو رہتے۔

حضرت ثانی لاثانیؒ سے ملنے والے ان کے گھر ان کی بیٹھک میں ملتے یا پھر مسجد میں واقع ان کے حجرہ میں آپ سب کی باتیں سنتے اور ان کی تسلی و تشفی فرماتے۔ آپ جب نماز کے لئے گھر سے نکلتے تو مسجد تک لوگ سلام کرتے اور آپ مسکرا مسکرا کر سب کے سلام کا جواب دیتے جاتے۔اسی طرح اپنے برادر بزرگ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمدؒ کے مزار کی طرف تشریف لے جاتے تو لوگ دائیں بائیں کھڑے ہو جاتے اور آپ پر سلام کی بارشیں برساتے۔ اسی طرح واپسی پر ہوتا واپسی پر چونکہ آپ فراغت سی محسوس کرتے اس لئے کبھی کبھی کسی کی مزاج پرسی کے لئے رک بھی جاتے۔ لیکن آپ بازار میں بالکل نہ بیٹھتے تھے۔ وہ جعلی پیروں کی طرح بازاروں میں مجمع لگانا اچھا نہ سمجھتے تھے۔

غرض یہ کہ آپ کی خوش خلقی کا یہ عالم تھا کہ ملنے والوں کو ہرگز اس بات کا احساس نہ ہوتا تھا کہ اعلحضرت شیر ربانیؒ کے بعد کوئی بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے یا اس آستانہ کا چشمہ فیضان بند ہو گیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو ثانی لاثانی کے لقب سے یاد

Marfat.com

کیا جانے لگا۔

سادگی

سادگی ایک ایسی عادت ہے کہ جس نے اس کو اپنایا وہ سدا خوش رہا۔ اور جس نے اسے چھوڑا وہ حرص وہوس کے چنگل میں جا پھنسا۔ سادگی انسان کے اندر قناعت اور صبر پیدا کرتی ہے۔ لیکن جو لوگ سادہ زندگی بسر نہیں کرتے وہ ایک دوسرے کی ضد میں بے صبر ہوجاتے ہیں - اعلیٰ سے اعلیٰ لباس اور اچھے سے اچھا کھانا اور دوسری ضروریات زندگی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں - اور اسی کوشش میں وہ دھوکا فریب اور غلط کام کرتے ہیں۔فیشن ان کی روح کو گھن کی طرح کھانا شروع کردیتا ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ راتوں رات امیر بن جائیں اور معاشرے میں کروفر کی زندگی بسر کریں۔اور ہر ناجائز عیش کی خاطر دوسروں کے حقوق سلب کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مطلب پرست خودپرست خودغرض بن جاتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو سادہ زندگی بسرکرنے کی تلقین کی اور خود اس کا عملی ثبوت دیا۔وہ فاقہ کشی بھی کرتے پیوند لگے کپڑے بھی پہنتے - آپ کے دستر خوان پر انواع واقسام کے کھانے نہیں ہوتے تھے لیکن پھر بھی صحابہ کرامؓ کی خواہش ہوتی کہ وہ آپ کے دستر خوان سے بچے کچھے ریزے ہی پالیں۔ اسی سے ان کی طبیعت سیر ہوجاتی تھی۔

میاں ثانی صاحبؒ چونکہ عاشق رسول تھے - اسلئے آپ ﷺ کے احکامات کی پابندی

Marfat.com

کی پوری پوری کوشش کرتے۔ وہ سادگی کو ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔ اور اسے ایک اسلامی فریضہ سمجھ کر اختیار کئے ہوئے تھے۔ میاں صاحبؒ نے اس فریضہ کو جس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا وہ قابل تحسین ہے۔ جس کسی نے بھی میاں صاحب کو دیکھا وہ جانتا ہے کہ آپ نہایت سادہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ لباس نہایت سادہ پہنتے مگر صاف ستھرا پہنتے۔ گرمیوں کے موسم میں سادہ کرتہ قمیض پہنتے لیکن اس کا کالر نہیں ہوتا تھا۔ اور قمیض کے بٹن گلے تک بند کرتے کبھی گریبان کھلا نہ رکھتے غالبا وہ اسے حیاداری کے خلاف سمجھتے قمیض کے ساتھ واسکٹ بھی پہنتے اور تہبند باندھتے سردی کے موسم میں اسی قسم کا لباس ہوتا لیکن قدرے موٹا کپڑا از قسم کھدر ہوتا۔ واسکٹ البتہ گرم کپڑے کی ہوتی اور کبھی کبھی تہبند کی جگہ شلوار پہن لیتے اور اس کے ساتھ ہی اچکن بھی زیب تن کرتے۔ اس لباس میں آپ کی عظیم شخصیت کا حسن دوبالا ہوجاتا اور دیکھنے والے بہت متاثر ہوتے۔

لباس کے علاوہ میاں صاحب ہر بات میں سادگی کو ملحوظ رکھتے۔ غذا بالکل سادہ پسند کرتے اور ہر کھانے والی چیز جو جائز ہے کھاتے۔ البتہ چکنی چیزوں سے تھوڑا بہت پرہیز کرتے ان کا خیال تھا کہ ایسی چیزیں دل اور معدہ دونوں کو بری طرح متاثر کرتی ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو ہر قسم کی غذا کھانی چاہیے۔

اللہ تعالٰی نے بنی نوع انسان کے لئے سینکڑوں قسم کی سبزیاں اور پھل پیدا کئے ان میں سے بعض کو کھانا اور بعض سے نفرت کرنا کفران نعمت ہے۔ انسان کو ہر قسم کی غذا کھانی چاہیے تاکہ معدہ اس کا عادی ہوجائے۔ آپ ہر قسم کی غذا خود بھی پسند کرتے اور

Marfat.com

کھاتے تھے۔ یہاں تک کہ گھر پر تیار کی ہوئی لسی کا گلاس پی لیتے تو اس کے ٹھنڈے اثرات کو روکنے کیلئے چائے کی پیالی بھی پی لیتے -اور کبھی کبھار دودھ کا استعمال بھی کرلیتے۔ لیکن سب سے اول وہ گندم کی روٹی کو پسند فرماتے اور کہا کرتے کہ یہ مکمل غذا ہے۔روٹی جو طاقت انسان کو دیتی ہے -وہ کوئی اور دوسری چیز نہیں دیتی۔ اسی لئے وہ دوسروں کو بھی سادہ غذائیں کھانے کی تلقین کرتے -راقم الحروف نے کبھی بھی انہیں مرغن کھانے کھاتے نہیں دیکھا۔ شہد کو سنت رسول کے طور پر ضرور استعمال کرتے اور دوسروں کو بھی شہد کھانے کی تلقین کرتے۔

میاں ثانی صاحبؒ نے بہت سی مساجد اورمدارس تعمیر کروائے اور ان پر ایک زر کثیر صرف کیا مگر اپنی ذاتی رہائش کو بالکل سادہ رکھا اس کی آرائش و زیبائش پر کوئی رقم ضائع نہ کی وہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان اس دنیامیں بڑے بڑے عالیشان بنگلے - کوٹھیاں بنا کر رہتا ہے ان کی تزئین پر لاکھوں روپیہ لگاتا ہے - حالانکہ یہ سب عارضی چیزیں ہیں۔انسان تو اس دنیا میں ایک مسافر ہے جو تھوڑی دیر قیام کے لئے یہاں رک گیا ہے۔ اس کا اصل سفر تو بعداز موت شروع ہوتاہے۔ زندگی تو ایک وقفہ ہے۔ پھر اتنے تھوڑے قیام پر کیوں اتراتا ہے - اس فانی دنیا کو اپنی ہمیشہ کی زندگی کیوں سمجھتا ہے وہ کیوں آخرت کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ وہ کیوں زاد راہ اکٹھا نہیں کرتا۔جو مسافر زاد راہ لیکر روانہ نہیں ہوتا وہ تو راستے میں ہی بھوک کا شکار ہو جاتا ہے۔ زندگی کا سفر تو بہت لمبا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اس سفر کو اختیار کرنے سے پہلے نیک عمل کرے تاکہ سفرمیں کام آئیں۔سادگی اختیار کرے۔ اور آخرت کا ہروقت خیال رکھے۔اس

Marfat.com

طرح وہ اس دنیا میں بہتر زندگی بسر کر سکے گا۔ جو حسن سادگی میں ہے وہ عارضی زیبائش میں نہیں ہے۔

جاہ وجلال

شاہانہ جاہ وجلال تو سب جانتے ہیں لیکن درویش کا جاہ وجلال کچھ اور ہی نوعیت کا ہوتا ہے۔ بادشاہ کے دربار میں لوگ بڑے مؤدب ہو کر بیٹھتے ہیں یا کھڑے رہتے ہیں۔ اور ان کے دل میں جہاں بادشاہ کا رعب داب ہوتا ہے وہاں خوف کا عنصر بھی ہر وقت رہتاہے۔ بادشاہ کے بنائے ہوئے قوانین کا ہر وقت لحاظ رکھا جاتا ہے لیکن یہ سب آداب بہ امر مجبوری کے ہوتے ہیں کیونکہ انسان ان کو بجالانے پر مجبور ہے وگرنہ وہ اپنے آپ کو گردن زدنی سمجھتا ہے۔

درویش آدمی یا صاحب سلوک و معرفت کے پاس جب کوئی آتا ہے تو اس کے دل میں کوئی خوف نہیں ہوتا اسے کوئی مجبوری نہیں ہوتی وہ اپنی خوشی سے آتا ہے اور اس کی صحبت سے فیض یاب ہوتا ہے۔ اگر اس کے دل میں خوف کا کچھ احساس پیدا ہوتا بھی ہے تو صرف یہ کہ کہیں بے ادبی نہ ہوجائے یہ تو اس کی شخصیت کا رُعب ہوتاہے۔جو انسان کو اس کے سامنے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرات نہیں ہوتی۔ درویش کے جاہ وجلال کے سامنے وہ اپنی ہستی کو کچھ نہیں سمجھتا۔

میاں ثانی صاحبؒ اگرچہ نہایت خوش خلق - شفیق اور مہربان شخصیت کے مالک تھے لیکن کسی مرید یا ملنے والے کو اتنی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ ان سے آنکھ ملا کر ہمکلام ہوسکے۔ ان کے ہاں تو صرف ایک ہی بات تھی یعنی "وہ سنے اور کہا کرے کوئی"

Marfat.com

میاں ثانی لاثانیؒ کا رعب داب اور جاہ و جلال ان کے ہر فعل سے نمایاں تھا وہ خلاف شرع کوئی کام نہ کرتے اور نہ کسی کو اجازت دیتے تھے کہ وہ شریعت کے دائرے سے باہر نکل کربات کرے۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ ادھر ادھر کی گپیں ہانکے یا کوئی ایسی بات کرے جو اسلام کے نقطہ نگاہ سے ممنوع ہو۔ ہر خاص وعام کے دل و دماغ میں یہی بات ہوتی کہ ان سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہوجائے جو خلاف شریعتہو اور میاں صاحبؒ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ چنانچہ سب ملنے والے دوزانو ہو کر آپ کی خدمت میں بیٹھتے۔ اس مسنون طریقہ کی پابندی آپ سختی سے کرواتے۔ نہ کوئی آلتی پالتی لگا کر بیٹھتا اور نہ ہی ننگے سر بیٹھ سکتا۔ ٹوپی پہن کر آنے والے کو بھی پسند نہ فرماتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ یہ اسلامی لباس نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ٹوپی پہن کر عمامہ باندھا اسلئے ہمیں بھی یہی لباس اختیار کرنا چاہیے۔

آپ کی خدمت میں اکثر ایسے لوگ بھی حاضر ہوتے جن کے داڑھی نہ ہوتی یا جنہیں داڑھی منڈے کہاجاتا۔ وہ بڑے مودب ہو کر ایک طرف بیٹھتے آپ انہیں داڑھی رکھنے کی تلقین فرماتے۔ آپ اکثر کہا کرتے کہ زمانہ تیزی سے بدل رہا ہے لوگ مغربی تہذیب کے شکار ہورہے ہیں ان کو روکنا اور ان کی اصلاح کرنا ضروری ہے اسلئے ہم کو چاہیے کہ لوگوں کو حقیقت سچائی اور سنت نبوی کا راستہ دکھائیں عمل کرنا یا نہ کرنا یہ ان کا کام ہے یا خداوند قدوس کا جو انہیں توفیق دے کہ وہ سیدھے راستے پر آجائیں۔

آپ کے جاہ وجلال کا یہ عالم تھا کہ جولوگ آپ کے پاس آتے وہ ان تمام باتوں کو

Marfat.com

ملحوظ رکھتے خواہ وہ کسی دوسرے مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی سرکاری عہدے سے۔ جو بھی شرفیور آتا اور آپ سے ملتا تو پہلے ان شرائط کو پورا کرتا اور نہایت مؤدب ہو کر بات کرتا۔ کسی میں اتنی ہمت نہ ہوتی کہ آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکتا۔ راقم الحروف نے کئی مرتبہ تجربے کے طور پر کوشش کی کہ میاں صاحبؒ سے نظر ملا کر بات کرے لیکن ناکام رہا۔ چند سیکنڈ سے زیادہ نظر اونچی نہ کرسکا۔ تقریباً یہی کیفیت آپ کے خلفاء کی تھی وہ جب بھی آپ کے پاس حاضر ہوتے نگاہ نیچی کر کے بات کرتے۔ مسائل پوچھتے اور مطمئن ہو کر واپس لوٹ جاتے۔

اعتدال پسندی۔

اعتدال جسے میانہ روی بھی کہتے ہیں ایک اہم چیز ہے۔ اسلام نے انسان کو اعتدال پسند بنایا ہے کیونکہ اگر اسے ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو سارا نظام کائنات درہم برہم ہو جائے اور اس دنیا میں ہر شخص دوسرے کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرے۔ قدرت نے دن کے ساتھ رات کو تخلیق کیا تاکہ بنی نوع انسان تمام دن کی محنت سے آرام پائے اور دوسری صبح وہ پھر سے نئی طاقت اور نئے ولولے سے کام کا آغاز کرے اگر ایسا نہ ہو تو کام ہو ہی نہ سکے اور کائنات کو تسخیر کرنے والا یہ انسان ناکام ہو کر رہ جائے۔ مثال کے طور پر اگر ایک آدمی زیادہ سوئے تو وہ اپنے کام وقت پر نہیں کرسکتا اور اگر کم سوئے تو کام ٹھیک طرح سے انجام نہیں دے سکتا۔ اس طرح اگر وہ ہر کام میں اعتدال پسند نہ ہوگا۔ تو کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

یہ ایک ایسا اصول ہے جو انسان کو انسان بناتا ہے ۔ معاشرے میں جتنی بھی برائیاں

Marfat.com

پائی جاتی ہیں ان کا بنیادی سبب بے اعتدالی ہے۔

میاں ثانیؒ نے اعتدال کا دامن جس طرح تھامے رکھا اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ آپ ہر کام میں اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ کھانے پینے سونے جاگنے ملنے جلنے اور عبادت کرنے میں کبھی اعتدال سے باہر نہ نکلتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں جوان تھا تو ایک چپاتی (روٹی) کھالیا کرتا تھا۔ اور وہ ٹھیک سے ہضم ہو جاتی تھی مگر جوں جوں عمر بڑھتی گئی کھانا کم ہوتا گیا۔ اب آدھی یا اس سے بھی کم روٹی کھالیتا ہوں۔ اگر اس سے بڑھ کر کھاؤں توں یقیناً بیمار پڑ جاؤں۔ یہی سبب تھا کہ آپ باوجود کمزور اور نازک طبیعت ہونے کے کبھی بیمار نہ ہوتے۔ معمولی سی بیماری تو بحیثیت انسان ہوتی ہی ہے مگر بیماری کو جن معنوں میں سمجھا جاتا ہے میاں صاحبؒ اس سے بچے رہے۔

میاں صاحبؒ عبادت بھی اس طرح انجام دیتے تھے کہ اس میں میانہ روی قائم رہے یعنی نفلی عبادت کو فرض عبادت پر کبھی فوقیت نہ دیتے - بلکہ فرض عبادت کو باقاعدگی سے وقت پر انجام دیتے اور نفلی عبادت کو اپنے معمول کے مطابق ادا کرتے۔ نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتے اور اسے بہت اہمیت دیتے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ امام مسجد کو نماز پڑھاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کے پیچھے بچے بوڑھے - جوان۔ بیمار - تندرست ہر قسم کے آدمی کھڑے ہونگے اس لئے نماز پڑھاتے وقت اعتدال سے کام لے۔ نہ اتنی لمبی سورتیں شروع کرے کہ وہ تنگ پڑجائیں اور نہ اتنی چھوٹی ہوں کہ ذرا سی تاخیر کی بنا پر جماعت سے محروم رہ جائیں۔ اسی طرح دعا مانگتے وقت بھی اتنی لمبی دعائیں نہ مانگے کہ جو ناگواری کا باعث بنے۔ چھوٹی سی دعا مانگے

Marfat.com

تاکہ کام پر جانے والے کام پر جاسکیں۔ بیمار آرام پاسکیں اور کسی کے دل میں کسی قسم کی ناخوشی کا احساس پیدا نہ ہو اور یہ فریضہ احسن طریقہ پر انجام دیا جاسکے۔

میاں صاحبؒ سے وظائف کے بارے میں اگر پوچھا جاتا تو آپ فرماتے کہ باقاعدگی سے نماز پنجگانہ باجماعت پڑھا کرو یہ ہزاروں وظائف سے بہتر ہے۔فرض عبادت کوچھوڑ کر وظائف کے پیچھے پڑ جانا کہاں کی عقلمندی ہے ۔ وظائف کے لئے کئی کئی گھنٹوں کا وقت تو لگاتے ہیں لیکن نماز کے لئے تھوڑا سا وقت بھی نہیں نکال سکتے۔ اعتدال کا تقاضا یہی ہے کہ نماز باقاعدگی سے پڑھو اس کے بعد اگر جی چاہے تو کچھ وقت وظائف کو دے لو۔

میاں صاحبؒ ملنے جلنے میں بھی اعتدال سے کام لیتے آپ فرمایا کرتے کہ ہمیں دوسروں سے اس طرح ملنا چاہئے کہ دوبارہ ملنے کی تمنا باقی رہے۔ اسطرح نہیں ملنا چاہیے کہ نفرت کا جواز بن جائے۔حالی مرحوم نے شائد اسی لئے کہا تھا کہ:۔

بڑھاؤ نہ آپس میں ملت زیادہ

مبادا کہ ہو جائے نفرت زیادہ

آپ خاص وعام سے اتنا ملتے کہ وہ آئندہ ملنے کی خواہش رکھتے۔اور جب وہ دوبارہ ملتے تو محبت اور پیار میں اضافہ ہوتا۔ یہ اعتدال سے ملنے کی وجہ تھی کہ محبت والفت دوگنا محسوس ہوتی۔

میاں ثانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے دینی دولت کے ساتھ ساتھ دنیاوی دولت سے بھی مالا مال کر رکھا تھا اور آپ کو کسی چیز کی کمی نہ تھی مگر آپ نہایت سلیقے سے خرچ کرتے

Marfat.com

لنگر چلاتے حاجتمندوں کی مدد فرماتے۔ شریک درس طلبہ پر خرچ کرتے مساجد کی مرمت کرواتے اور نئی مساجد تعمیر کرواتے مگر پیسے کو فضول خرچی میں ضائع نہ کرتے۔ عیش وعشرت کی زندگی میں اسے تباہ نہ کرتے۔ اللہ کے نام پر اللہ کے کام پر خرچ کرتے اور وہ بھی اس اعتدال سے کہ اس میں بھی بلاوجہ کوئی خرچ نہ ہونے پاتا۔زندگی کے آخری لمحات تک آپ ان فرائض کو نبھاتے رہے اور کبھی کسی سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہ پڑی۔ یہ خوبی حضرت میاں ثانی صاحبؒ میں جس قدر نمایاں تھی وہ بہت کم بزرگوں میں دیکھنے میں آئی ہے۔ حضرت ثانیؒ اگر اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے تو شاید وہ یہ کام نہ کرپاتے جو انھوں نے نہایت خوبی سے سرانجام دیا۔

حق گوئی۔

حق بات کہنا اور سننا بڑے حوصلے کا کام ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ سچی بات کہتے ہوئے بھی مصلحتوں کے شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے اندر اتنا حوصلہ اور ہمت نہیں پاتے کہ انجام سے بے خبر ہو کر سچی بات کہہ دیں یا سچائی کا ساتھ دیں - علامہ مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ اللہ کے شیر وہ اہل ایمان ہوتے ہیں جو حق بات کہنے میں گریز نہیں کرتے انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ یہ بات کسی کو بری لگے گی یا اچھی لگے گی۔ انہی اہل ایمان میں سے ایک بزرگ شیرربانیؒ اعلحضرت کے برادر میاں ثانیؒ بھی تھے

Marfat.com

جنھوں نے حق گوئی سے کبھی اجتناب نہیں کیا اور کبھی یہ نہیں دیکھا کہ مخاطب کون ہے اور اس کی حیثیت کیا چھوٹا ہے بڑا ہے افسر ہے ملازم ہے غریب ہے امیر ہے۔آپ نے ہمیشہ وہی بات کی جو صحیح ٹھوس سچی اور راستی پر مبنی ہوتی۔

ایک مرتبہ آپ کی بیٹھک میں ایک دیہاتی آگیا۔ یہ بیچارا ادھیڑ عمر کا آدمی تھااور بخار میں مبتلا ہونے کے باعث ہائے ہائے کر رہا تھا۔اور شور مچا رکھا تھا۔ اتفاق سے آپ اس وقت بیٹھک میں تشریف نہ رکھتے تھے ۔اور مہمانوں کے لئے اندرون خانہ سے کھانا لانے کے لئے گئے ہوئے تھے۔آپ نے اندر ہی سے اس دیہاتی کے شور کی آواز سنی تو اس کھڑکی میں سے جواندرون خانہ اور بیٹھک کے درمیان تھی جھانک کر پوچھا کہ کون ہائے ہائے کا شور مچا رہا ہے۔ اس دیہاتی نے جواب دیا کہ "حضور میں ہوں۔ مجھے بخار آگیا ہے۔طبیعت سخت خراب ہے۔ دعاکے لئے آیا ہوں"۔ آپ نے فرمایا کہ زندگی میں بخار کئی بار آتے جاتے ہیں۔اور ان کو برداشت کرنا لازم ہے ۔ ہائے ہائے کرنا مناسب نہیں لگتا۔ اس کے بعد آپ نے اس سے پوچھا کہ اس نے کھایا کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ لسی پی تھی۔ یہ سن کرآپ نے قدرے خفگی سے کہا۔"تم بیماری کو تو خود دعوت دیتے ہو۔ اس ادھیڑ عمر میں لسی نہ پیا کرو یہ اعصاب پر برا اثر ڈالتی ہے۔ لسی اگر پینی ہی ہوتو کبھی کبھی چائے بھی پی لیا کرو۔ آپ نے یہ بات اس قدر حقیقت سے فرمائی کہ اس آدمی کی طبیعت میں سکون آگیااور وہ چپ چاپ بڑی دیر تک بیٹھا رہا۔

میاں ثانی صاحبؒ کی خدمت میں ہرقسم کے ضرورت مند بھی حاضر ہوتے اور اپنی

Marfat.com

ضرورت کا اظہار کرتے اور آپ سے اس سلسلے میں ہدایات لیتے۔ ایک مرتبہ ایک ایسا حاجت مند حاضر ہوا جس کو کوئی دینی مسئلہ درپیش تھا اور وہ اس کا حل چاہتا تھا۔ اس نے کہا حضور جب میں نماز پڑھتا ہوں تو یکسوئی اور توجہ سے نہیں پڑھی جاتی۔اور دوران نماز مختلف قسم کے خیالات تنگ کرتے ہیں اور نماز ٹھیک طرح سے ادا نہیں کی جاتی۔کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ نماز میں ادھر ادھر کے خیالات نہ آئیں۔

آپ نے فرمایا نماز میں خیالات آہی جاتے ہیں مگر پڑھنے والے کو چاہیے کہ ان خیالات کوذہن میں جگہ نہ دے اور طبیعت میں یکسوئی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ انسان جس قدر خیالات سے ذہن کو صاف کرتا جائے گا اسی قدر اس کی عبادت مقبول ہوگی۔اور اس ریاضت کا اتنا ہی ثواب ملے گا۔ نماز میں خیالات بڑے بڑے عابدوں -زاہدوں اور اللہ والوں کے ذہن میں بھی آتے ہیں۔ اس کا بہترین علاج یہی ہے کہ ان خیالات کامقابلہ کرتے ہوئے نماز پڑھتے جاؤ اور اسے قائم رکھو۔بعض لوگ اسی بات کو جواز بنا کرنماز نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ نماز خشوع وخضوع سے پڑھنی چاہیے لیکن جب دنیاداری کے خیالات آئیں تو ایسی نماز کا کیا فائدہ -اس بہانے سے وہ نماز نہیں پڑھتے۔حالانکہ نماز تو ایمان کاجزو ہے اس سے کترانا نہیں چاہیے۔انسان اپنی بساط کے مطابق جیسی بھی نماز پڑھ سکے پڑھے قبول کرنا یانہ کرنا تو خداوند کریم کا کام ہے۔ آپ کی ان باتوں سے اس آدمی کی تسلی ہوگئی۔

غرض یہ کہ میاں صاحبؒ جو بات سچ ہوتی اس کا بے دریغ اظہار کردیتے وہ یہ نہ دیکھتے کہ مخاطب کون ہے اور کیسا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ راقم الحروف نے ایک عزیز

Marfat.com

نے جو کہ لاہور میں برف کے کئی کارخانوں کا مالک تھا۔ اور صاحب ثروت تھا اپنی مالی پریشانیوں کا ذکر کیا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ شرقپور شریف جا کر میاں ثانی صاحبؒ سے اپنے حق میں دعا کروائے۔ چنانچہ وہ ایک دن راقم الحروف کے ساتھ میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی مشکلات کی طویل داستان شروع کردی آپ بڑے اطمینان سے سنتے رہے۔ اس کی گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ وہ اور زیادہ امیر بن جائے۔ دولت کے انبار اس کے سامنے لگ جائیں۔ آپؒ نے اس کی اس خواہش کو بھانپتے ہی جواب دیا کہ انسان کو اس دنیا میں خواہ کتنا ہی پیسہ کیوں نہ مل جائے وہ حرف طمع کی طرح کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اتنا کہہ کر آپ خاموش ہوگئے اور اس کی مہمان نوازی کرکے اسے رخصت کردیا۔ وہ آدمی آپ کی راست گوئی سے بہت متاثر ہوا اور دولت کی خواہش اس کے ذہن سے ہرن ہوگئی۔ اور اس نے اپنی طبیعت میں سکون محسوس کیا۔

میاں ثانیؒ کی حق گوئی کے بہت سے واقعات ہیں اگر ان کو اکٹھا کیا جائے تو کافی ضخیم کتاب بن جائے۔ عقیدت مند جس طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے اپنے گھریلو تنازعات کی شکایت آپ سے کرتے آپ اگر چاہتے تو ان کا دل رکھنے کے لئے ان کو مشورہ دیتے لیکن آپ چونکہ راست گو تھے۔ اس لئے نہایت شفقت اور پیار سے ان کو سمجھا دیتے کہ وہ اپنے نجی معاملات از خود طے کریں۔ وہ ایسے معاملوں میں مداخلت کرنے سے قاصر ہیں۔

لوگ اتنی بات سن کر چلے جاتے اور اپنے معاملات خود بخود سلجھا لیتے لیکن کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ میاں صاحبؒ نے ان کی بات نہیں سنی بلکہ معاملات کے سلجھ

Marfat.com

جانے کو وہ میاں صاحبؒ کی نظر کرم سمجھتے اور آپ کی دعاؤں کا نتیجہ جانتے۔

نمائش اور تصنّع سے پرہیز

انسانی فطرت نمائش کو پسند کرتی ہے۔اور تصنع و بناوٹ سے کام لینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتی بعض پیر اور مولوی اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھتے ہیں اور جہاں بھی ممکن پڑے اپنی نمائش کا اظہار کرتے ہیں اور اکثر تصنّع سے کام لیتے ہیں۔کوئی بزرگ مکہ میں صبح کی نماز پڑھتا ہے تو مدینہ میں عشاء کی اور اس کا اتنا چرچا کرتا ہے کہ مرید اس کی باتوں میں آ جاتے ہیں حالانکہ ہر دو باتیں غلط ہوتی ہیں۔ کوئی کرامات کے ذریعے اپنے وجود کا اظہار کرتا ہے اور کوئی شعبدہ بازی دکھاتا ہے۔ غرضیکہ نمائش اور تصنّع کو ضروری سمجھتا جاتا ہے۔

حضرت میاں ثانی لاثانیؒ نمائش اور تصنّع سے سخت نفرت کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی بھی یہ دعویٰ نہ کیا کہ وہ بہت بڑے پیر ہیں یا ولی اللہ ہیں۔ آپؒ کے نزدیک تو اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اہم چیز تھی اور اسی کو تاحیات اپنایا۔ آپؒ دل میں ذکر الٰہی کرتے رہتے اور تنہائی کو پسند فرماتے۔

آپ م'ردم بیزار بھی نہ تھے ملنے والوں کو شرف ملاقات بخشتے ان کی بات سنتے ان کے غم میں شریک ہوتے ان کی خوشی میں مسرت کا اظہار کرتے۔ان کے لئے دعا گو بھی ہوتے مگر کبھی نمائش کی خاطر نہیں۔ بات مختصر کرتے اور ذکر الٰہی میں محو ہو جاتے۔ ملنے والے عقیدت کے جوش میں یا بطور تعظیم اگر مصافحہ کرتے وقت آپ کا ہاتھ چومتے تو آپ اپنا ہاتھ کھینچ لیتے۔ آپ اس طرح مصافحہ کرتے جس طرح ایک سیدھا

Marfat.com

سادہ مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی سے کرتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ دیہاتی لوگ آپؒ سے ملتے تو بطور تعظیم آپ کے گھٹنوں کو ہاتھ لگاتے لیکن آپ ایسے شخص کو سختی سے ڈانٹ دیتے اور ایسا کرنے سے روکتے۔

میاں صاحبؒ اگرچہ معرفت کے بلند مقامات پر پہنچ چکے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو کس مقام پر فائز کیا ہے۔ آپؒ ہمیشہ یہی کہا کرتے کہ میرے اندر وہ طاقت نہیں ہے جو اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ میں تھی۔ میں تو ان کا ایک خادم ہوں یہ ساری رونق انہی کے طفیل و برکت سے ہے۔ میں تو ان کا لنگر چلا رہا ہوں۔ اس تمام عجز وانکساری کے باوجود لوگوں کو آپ سے اتنی عقیدت و محبت تھی کہ وہ آپؒ کو اعلحضرت کا صحیح جانشین سمجھتے تھے اسی لئے آپؒ کو ثانی لاثانی کہا جانے لگا۔

میاں ثانی صاحبؒ ان پیروں میں سے نہیں تھے۔ جو اپنے مریدوں کو ساتھ لئے پھرتے ہیں اور اس طرح نمائش کرتے ہیں۔ مریدوں کے گھروں سے دعوتیں اڑاتے ہیں اور اپنا جعلی عکس ہر نووارد پر ڈالتے ہیں اور اس طرح اپنی بزرگی کا اظہار کرتے پھرتے ہیں۔ میاں صاحبؒ کبھی بھی اپنے مریدوں کے ہاں نہ جاتے دوسرے لوگ اصرار کرتے لیکن آپ پھر بھی انکار کردیتے۔ راقم الحروف نے کئی بار میاں صاحب کو دعوت دی لیکن آپ ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی معذرت کردیتے۔ آپ سمجھتے تھے کہ دوسروں کے ہاں جانے سے ایک تو اپنی نمائش ہوتی ہے دوسرے صاحب خانہ کو خواہ مخواہ تکلیف پہنچتی ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر آپ کسی کے ہاں نہ جاتے۔

Marfat.com

میاں ثانی صاحبؒ کو ظاہری نمائش اور تصنع سے اسقدر نفرت تھی کہ جب کبھی آپ سفر پر جاتے تو کسی کو نہ بتاتے کہ وہ کہاں اور کیوں جا رہے ہیں - مقصد ان کا یہ تھا کہ آپ کی بات سن کر کوئی ھمسفر نہ بن جائے۔ اور اسطرح کوئی ایسا منظر نہ بن جائے کہ ایک پیر اپنے مریدوں کے جلو میں سفر کرتا دکھائی دے۔ کیونکہ ایسا منظر نمائش اور تصنع کی تصویر پیش کرتا ہے اس لئے آپؒ چپکے سے گھر سے نکلتے اور منزل مقصود تک پہنچتے یہاں تک کہ آپ حج پر بھی گئے تو کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ میاں صاحب حج کیلئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ حج پر جانا ایک ایسی رسم بن گئی ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں عزیز رشتہ دار احباب اور مرید ہار لیکر الوداع کرنے کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔اس لئے ایسی نمائش سے بچنے کے لئے آپ خاموشی سے حج پر چلے جاتے۔ اور جب واپس لوٹتے تو بھی کسی کو خبر نہ ہوتی کہ میاں صاحب کب آرہے ہیں۔ البتہ گھر والوں کو بتلا دیتے تھے۔

میاں صاحبؒ جس مقام پر فائز تھے وہ اتنا بلند وارفع تھا کہ آپ کو کسی قسم کی ظاہری نمائش یا تصنع کی ضرورت نہ تھی - حقیقت یہ تھی کہ۔مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

والی بات تھی۔ آپ کی خوشبو خود بخود پھیل رہی تھی آپ کو نمائش کی کیا ضرورت تھی۔ سچ ہے بزرگان دین وہی ہوتے ہیں جو کسی قسم کی بناوٹ کے محتاج نہیں ہوتے۔ کسی شاعر نے سچ کہا ہے۔

؎ بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا

تکلف سے بری ہے حسن ذاتی - قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

Marfat.com

تقویٰ

تقویٰ کے معنی ہیں پرہیز گاری- ترس- خدا کا خوف کرنا وغیرہ- انسان جتنا متقی اور پرہیزگار ہو گا اتنا ہی وہ خدا کا خوف اپنے دل میں رکھے گا اور جب دل میں خوف خدا ہو گا تو وہ تقویٰ کے ذریعے خدا کا تقرب حاصل کرے گا غرضیکہ پرہیزگاری کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے- قرآن پاک میں کئی جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پیدا کرنے کی ہدایت کی ہے- مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان کے روزے تم پر فرض کئے گئے جیسے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ-

گویا روزہ تقویٰ کی طرف پہلا قدم ہے کیونکہ وہ شخص جو روزہ رکھتا ہے وہ صرف یہی نہیں کرتا کہ بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ وہ ہر برائی سے بھی اجتناب کرتا ہے- یہی روزہ کا مقصد ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے بھوکا رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں- یہ تو ایک قسم کی تربیت ہے جو مسلمانوں کو دی گئی ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں اور برائی سے بچ جائیں-

اسی طرح عید الاضحیٰ پر ہم قربانی کرتے ہیں- اس کا مقصد بھی یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو گوشت یا خون پہنچتا ہے- اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں وہاں بھی یہی مقصود ہے کہ انسان کے اندر خدا کا خوف اس کے حکم کی تعمیل اور قربانی ایثار کا جذبہ پیدا ہو- یہی جذبہ تقویٰ پیدا کرتا ہے- غرضیکہ حج ـ زکوٰۃ اور دیگر احکام کو بجا لانا اور نیک کام کرنا تقویٰ کو تقویت بخشتا ہے اور انسان باضابطہ منظم زندگی گزارتا ہے-

انسان اگر تقویٰ اختیار نہیں کرتا تو اس کی مثال اس مسافر کی سی ہو جاتی ہے جو

Marfat.com

منزل مقصود تک پہنچنا تو چاہتا ہے لیکن قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے نڈھال ہو کر گرتا ہے پھر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن راستے کی مشکلات اسے آگے بڑھنے سے روکتی ہیں اور اس کی ساری عمر اسی کشمکش میں گزر جاتی ہے وہ حسرت و یاس لے کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ منزل مقصود تک پہنچنے کی حسرت دل میں رہ جاتی ہے۔

یہ دنیا جس میں ہم بس رہے ہیں اپنے اندر رنگینیوں کا ایک سمندر لئے ہوئے ہے ۔قدم قدم پر اس کی چمک دمک آنکھیں خیرہ کئے دیتی ہے۔ جس طرف نظر اٹھتی ہے ایک نیا نظارہ دل کو بہلاتا ہے۔ شیطان مردود ہر وقت انسان کو بہکاتا ہے اور ہر رنگینی پر اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ انسان کوئی نیک کام کرے۔ وہ اس کے ایمان کو مختلف طریقوں سے متزلزل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ راہ راست سے بھٹکاتا ہے۔ ہر برائی کو حسین صورت میں پیش کرتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اپنے آپ کو شیطان کے وسوسوں سے نکال کر اپنی منزل کی طرف گامزن رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کوئی آدمی تیز ٹریفک سے بچ بچ کر اپنا راستہ طے کرتا ہے اور سڑک کو عبور کرلیتا ہے۔ نیک انسان شیطان سے بچ کر اپنی زندگی کا راستہ احسن طریقے سے طے کرتا جاتا ہے۔ اور ہر آزمائش کو اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے امتحان سمجھ کر اس میں پورا اترنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کامیاب و کامران ہو جاتا ہے۔

تقویٰ عبادت سے پیدا ہوتا ہے انسان جتنا عابد و زاہد ہو گا اتنا ہی متقی و پرہیزگار ہو گا اور تقویٰ میں بلند و بے مثال ہو گا۔

Marfat.com

میاں ثانی صاحبؒ بے مثال متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کا ہر فعل سنت نبوی پر مشتمل ہوتا تھا۔ عشق رسول میں سچے اور پکے تھے۔ عبادت وریاضت زہدو ورع میں قابل رشک تھے۔ پندو ہدایت کا سرچشمہ تھے۔ انہی خصوصیات سے آپ کو قرب الٰہی کا مرتبہ حاصل ہوگیاتھا۔اس لئے جو بات آپ کہتے وہ اللہ تعالیٰ پوری کردیتے ۔ اسلئے لوگ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو پتھر پر لکیر سمجھتے تھے۔ میاں صاحبؒ اگر کسی کو کام سے منع فرماتے اور وہ منع نہ ہوتا تو اپنے کام میں ناکام رہتا اور شرمندہ ہو کر آپ کے سامنے آکر اقرار کرتا کہ اس نے منع کے باوجود وہ کام کیااور خطا کھائی۔ اسی طرح اگر کوئی اس شش و پنج میں پڑجاتا کہ کام کرے یا نہ کرے ۔ تو بعد پچھتاتا کہ کاش اس نے آپ کے کہنے پر عمل کیا ہوتا۔

غرض یہ کہ میاں ثانی صاحبؒ اتنے متقی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں کیمیائی اثر ڈال دیا تھااور آپ کودنیاوی اور دینی شہرت عطا کررکھی تھی بڑے بڑے عالم فاضل جو آپ سے ملنے آتے آپ کے تقویٰ پر بہت متاثر ہوتے اور اپنے آپ کو ان کے سامنے طفل مکتب پاتے۔ لیکن میاں صاحبؒ نے کبھی کسی پر یہ راز فاش نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو معرفت کے بلند مقام پر فائز کردیا ہے۔ نہ میاں صاحبؒ نے اس بات پر غرورو تکبر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیاکیا درجات عطا کررکھے ہیں۔ یہ بھی تقویٰ کی ہی ایک علامت ہے۔ کہ انسان کے اندر غرور و تکبر و نخوت جگہ نہ لے سکے میاں صاحبؒ اس معاملے میں بھی دوسروں سے سبقت لے گئے تھے۔

Marfat.com

توکل

توکل کے معنی ذات باری تعالیٰ پر بھروسہ کرنا کے ہیں۔ محنت کرنا انسان کے بس کی بات ہے لیکن اس محنت کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اسلئے جب نتیجے سے بے خبر ہوکر انسان کوئی کام کرتاہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتاہے۔اور امید رکھتا ہے کہ اس کا نتیجہ بہتر ہی ہوگا یااللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ پس توکل پر ہی دنیا کا کاروبادر چل رہا ہے۔ اگر انسان میں یہ صفت نہ پائی جائے تو کوئی کام بھی سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ کاشتکار کوئی کاشت کرے نہ والدین بچے کو سکول بھیجیں نہ مالی باغ کو سینچے نہ ملازم ملازمت کرے۔ کیونکہ ان سب کا انحصار توکل پر ہے۔ کسان کھیت میں بیج کو ڈال دیتا ہے لیکن اسے یہ امید نہیں ہوتی کہ وہ اس بیج کا پھل پائے گا۔ اس نے تواللہ کے بھروسے پر بیج ڈال دیا۔ اب اس کی پرورش اللہ کرے گا۔ وہ توکل بہ خدا ہر کام کرگزرتا ہے۔

اسی طرح ماں باپ بچے کو اس امید پر سکول بھیجتے ہیں کہ یہ وہاں سے علم حاصل کرے گا انہیں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے ایک بڑا آدمی بن جائے گاوہ تو خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسے زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ مالی توکل کرتے ہوئے پھل پھول کے پودے لگاتا ہے اسے کچھ خبر نہیں ہوتی کہ یہ پودے بڑھیں گے یا نہیں پھولیں پھلینگے یا نہیں وہ تو صرف اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے ایسا کرتا ہے۔

غرضیکہ اگر انسان توکل سے کام نہ لے تو نظام حیات مفلوج ہوکر رہ جائے اوردنیا کے تمام کاروبار درہم برہم ہو جائیں۔ انسان کو مستقبل کا کچھ علم نہیں ہوتا وہ ماضی کا سہارا لیکر حال گزارتا ہے اور مستقبل کی امید لگائے بیٹھا رہتاہے وہ اگر ہر بات میں اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کاسہارا لے تو یقیناً کچھ عرصہ بعد وہ محسوس کرے گا کہ اس کی زندگی پرسکون اور خوشگوار ہو گئی ہے۔

میاں ثانی صاحبؒ کی زندگی سراپا توکل تھی۔ وہ اکثر توکل کی اہمیت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ توکل کا نہ ہونا ایمان کی نفی ہے یا یوں سمجھیے کہ جس نے ذات باری تعالیٰ پر توکل نہ کیا وہ اپنے آپ کو کتنا ہی پکا مسلمان سمجھے اس کے ایمان میں کمی ہے۔ میاں ثانی صاحبؒ سے ملنے والے آپ کی اسی خوبی سے بے حد متاثر ہوتے اور اپنے اندر ایک ایساجذبہ محسوس کرتے جو ان کے حوصلے بڑھانے والا ہوتا اور اللہ تعالیٰ پر ان کا یقین پختہ ہوتا جاتا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میاں ثانی صاحبؒ کا باغ ڈیک نالہ کی نذر ہوگیا۔یہ باغ وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا تھا تقریباً ہر قسم کے پھل دار درخت اس میں لگے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے مزار عین سے مل کراس باغ کو آباد کیا تھا اوراس میں ایک کنواں اور نمازگاہ بھی بنوائی تھی۔ یہ ایک پر سکون ماحول کا منظر پیش کرتا تھا۔ ڈیک نالہ شرقپور شریف سے ایک دو فرلانگ پر واقع ہے۔ قدرت کو معلوم نہیں کیامنظور تھاکہ اس سال دریائے راوی میں سیلاب آگیا اور اس نالہ میں اسقدر پانی کا زور ہوگیا کہ یہ اپنے کناروں سے باہر نکل کر خس وخاشاک کو بہانے لگا۔ ہرروز باغ کا کچھ نہ کچھ حصہ پانی کی نذر ہونے لگا اور چند ہی دنوں میں میاں صاحبؒ کے باغ کا نام ونشان نہ رہا اور باغ کی جگہ پانی ہی پانی نظر آنے لگا میاں صاحبؒ کوایک عظیم مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اس باغ کا ایک پرانا محافظ جس نے باغ کی تعمیر میں بھی حصہ لیا تھاآپ کے پاس

Marfat.com

آیا۔ راقم الحروف بھی اس وقت آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ اس محافظ نے آتے ہی رونا شروع کردیا اور کہنے لگا کہ حضور یہ باغ بڑی محنت سے لگایا گیا تھا۔ لاکھوں روپے کی ملکیت کا تھا مگر اب تو اس کا نام و نشان بھی نہ رہا اب کیا ہوگا۔ آپ نے اس کو رونے سے منع فرمایا اور کہنے لگے کہ افسوس تو مجھے ہونا چاہئے۔ رونا مجھے چاہیے لیکن اس باغ کے مٹ جانے کا مجھے تو کوئی غم نہیں جس ذات باری نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔ مالک اپنی چیز واپس لے لے تو چیز رکھنے والے کو اس کے جانے کا رنج کیوں ہو؟۔ امین امانت کو لوٹا دیتا ہے رکھتا نہیں ہے۔ قدرت کو یہی منظور تھا۔ زندگی بسر کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ وہ خود پیدا کرے گا۔

آپ کی بات سن کر رونے والے کو شرمندگی ہوئی اور حاضرین آپ کے توکل اور ایمان پر بہت خوش ہوئے اور ان کے اندر بھی اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل کرنے کا جذبہ مضبوط ہوا۔ گویا ایک قسم کی ایمانی قوت ان کو حاصل ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ کا عرس منعقد ہو رہا تھا۔ دستور کے مطابق عرس میں لنگر تقسیم ہوتا تھا اور عرس میں شامل ہزاروں آدمیوں نے کھانا بھی یہیں پر کھانا تھا اس لئے لنگر پکانے اور تقسیم کرنے کا بڑا وسیع اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس مرتبہ کچھ یوں ہوا کہ آٹے کی کمی واقع ہوگئی۔ خادموں نے آپ سے اس کا ذکر کیا اور فکرمندی کا اظہار کیا۔ مگر آپ متوکل مزاج تھے فرمایا کہ وہ کیا کرسکتے ہیں۔ جس کی راہ میں لنگر بٹ رہا ہے۔ وہ خود اس کا انتظام کرے گا۔ اسلئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ خدا کی قدرت تھوڑی دیر بعد ایک ٹرک آٹے سے بھرا ہوا آگیا۔

Marfat.com

جولوگ اسے لیکر آئے تھے انہوں نے آتے ہی ٹرک کو لنگر میں ڈالنے کی درخواست کی اور عذر پیش کیا کہ ٹرک راستے میں خراب ہوگیا تھا اس لئے تاخیر سے پہنچا۔ آپ خاموش رہے اور خادموں نے آٹا لنگر میں ڈال لیا۔ آپ کے توکل پر سب حیران ہو گئے اور ان کو پختہ یقین ہوگیا کہ اللہ پر توکل کیا جائے تو انسان کبھی پریشان نہیں ہوتا۔ پریشانی اسی وقت تنگ کرتی ہے جب وہ توکل نہیں کرتا۔

میاں ثانی صاحبؒ کے توکل کی اور بھی بہت سی مثالیں ان کے ماننے والے بیان کرتے ہیں۔ یہ تو راقم الحروف کے سامنے جو کچھ پیش آیا وہ صفحہ قرطاس پر لکھ دیا گیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں آپ کے توکل اور اللہ تعالیٰ پر یقین کے متعلق احقر کی بات کو بھی سندمان لیں اور ان کے دل میں بھی میاں صاحبؒ کی طرح اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی عادت پڑے۔ آمین۔

علم وفضل

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہم کو علم حاصل کرنا چاہیے خواہ اس کے لئے ہمیں چین یعنی دور دراز کے مقامات پر کیوں نہ جانا پڑے ۔ایک وقت تھا جب مسلمان علم وادب کے میدان میں تمام دنیا سے سبقت لے گئے تھے اور تمام دنیا کے طالبان علم مسلمانوں کے قائم کردہ مدارس میں آتے تھے اور جدید وقدیم علوم پر دسترس حاصل کرتے تھے۔ لیکن ہم نے نہ صرف اپنی انفرادیت کھو دی بلکہ اپنے آباؤ اجداد کی تعلیمات تصنیفات اور ایجادات کو بھی بھول گئے۔ ہم دنیا کی رنگینی میں اسقدر کھو گئے کہ سب کچھ فراموش کردیا اگر یاد رہا تو صرف یہ کہ "پدرم سطان بود" مسلمانوں کے

Marfat.com

نزدیک تعلیم کا مقصد ہمیشہ یہ رہا کہ ایسے انسان تیار کیے جائیں جو مکمل شخصیت رکھتے ہوں اور جس کی وجہ سے وہ ذی ہوش اور دانشمند ہیں - اور ہر کام بخوبی انجام دے سکیں۔ ہم بڑی بڑی سندیں حاصل کرلیں مگر یہ لازمی نہیں کہ یہ سندیں ہمیں دانشمند بھی بنا دیں۔ فہم ودانش صرف کتابوں کا مطالعہ کرنے سے نہیں آتی نہ دھینگا مشتی سے حاصل ہوتی ہے یہ تو خدا داد صلاحیت ہے جو کسی کو بھی مل سکتی ہے -

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جنہوں نے تعلیم نہ بھی پائی ہو وہ تعلیم یافتہ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ صاحب فہم ہوتے ہیں اور ہم نے محض امتحانات اور اسناد کو ہی دانشمندی کی کسوٹی بنا رکھا ہے۔ علم کا حاصل کرنا انسان کی زندگی کا آخری مقصد نہیں بلکہ زندگی کے آخری مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

انسان کو ہر لمحہ زندگی کے مسائل سے نپٹنا پڑتا ہے اور اسے زندگی کی پیچیدگیاں رنج و محن اور ناگہانی مطالبات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور اس سے عہدہ برا ہونے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر وہ زندگی کی روز افزوں گتھیوں کو سلجھانے کے لائق نہیں بن سکتا۔

مسلمان صرف علوم دنیوی ہی نہیں حاصل کرتا بلکہ علم دین بھی اس کے لئے ضروری ہے۔ اور دین اسلام یہ ہے کہ انسان اسلام کے دائرہ کے اندر رہ کر اپنی زندگی گزارے اور ہر فعل میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول خدا ﷺ کی سنت کی پیروی کرے۔اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کے پاس خواہ کتنی ہی بڑی بڑی ڈگریاں کیوں نہ ہوں وہ صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ نہیں۔ کیونکہ جو فہم و فراست علم دین حاصل کرنے

Marfat.com

سے حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسرے علم سے نہیں آتی۔ اور زندگی کی اصلاح صبر و شکر اور یقین کامل حاصل نہیں ہوتا۔

مسلمانوں میں جتنے بھی اولیاء کرام اور بزرگان دین گزرے ہیں وہ اسناد اور ڈگریاں نہیں رکھتے تھے نہ انھوں نے ان کا پیچھا کیا۔ انھوں نے جو کچھ حاصل کیا اپنے اپنے پیرو مرشد کے زیر سایہ انکی خدمت سے حاصل کیا اور مسجد و مکتب سے اپنے اپنے علم کی پیاس بجھائی - صرف یہی نہیں بلکہ اس علم کی روشنی کو دوسروں تک بھی منتقل کیا۔ اور ان اولیاء کرام اور بزرگان دین کا نام اب تک بڑے ادب اور عقیدت سے لیا جاتا ہے اور ان کے علم فضل کو مثال بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ تو علم کا منبع تھے۔ ایک ایسا چشمہ تھے جس کے سوتے تمام عالم موجودات میں بہہ رہے تھے لیکن اس چشمہ سے سیراب ہونے والوں کا یہ عالم تھا کہ ایک دنیا ان کی عقیدت کیش بنی ہوئی تھی اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے - آپ کی سنت پر عمل کر کے ان بزگان دین نے دین حق کو اپنے قول و فعل سے ہر سمت پھیلایا۔ انہوں نے مسجدیں بنوائیں مکتب کھولے اور علم و عرفان کے موتی لٹانے شروع کر دیئے۔

انہی بزرگوں میں ایک بزرگ میاں ثانی صاحبؒ بھی ہیں۔ جنھوں نے اپنے برادر حقیقی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ سے علم حاصل کیا اور اتنی سرفرازی حاصل کی کہ بڑے بڑے عالم وفاضل بھی آپ کی علمیت کے قائل تھے - وہ آپ سے مختلف مسائل پر ہدایت حاصل کرتے تھے۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اور مولانا محمد عمر اچھروی اکثر

Marfat.com

اوقات آپ کے پاس آتے اور دینی مسائل کے حل کرنے میں آپ کی مدد کے طلب گار ہوتے۔

میاں ثانی صاحبؒ بھی کسی عالم سے ملتے تو نہایت کسر نفسی سے کام لیتے لیکن ان کے مسائل کا حل باتوں باتوں میں بتا دیتے۔ آپ نے علم دین کی تدریس کیلئے بہت بڑا مدرسہ جامعہ حضرت میاں صاحبؒ تعمیر کروایا اور اس میں پڑھانے کے لئے چوٹی کے عالموں کی خدمات حاصل کیں۔ دور دراز سے طلبہ اس مدرسہ میں آتے اور اپنے علم کی پیاس بجھاتے۔ رہائش اور خوراک کا خرچ میاں صاحبؒ خود برداشت کرتے۔

اس مدرسہ میں طلبہ کو قرآن - حدیث۔ فقہ۔ تفسیر کے علاوہ شیخ سعدیؒ کی گلستان بوستان بھی پڑھائی جاتی تھی تاکہ طلبہ کی دماغی سطح وسعت حاصل کرسکے اور وہ شیخ سعدی کی حکایت پڑھکر دنیاوی علوم پر بھی دسترس حاصل کرسکیں۔

میاں ثانی صاحبؒ خود بھی ان علوم کے ماہر تھے اور بعض اوقات خود بھی درس دیتے وہ معلمی کے پیشہ کو بہت عزیز جانتے تھے بہت پسند کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب بھی کوئی معلم آپ کے پاس ملنے کے لئے آتا آپ اس کی بہت ہی عزت کرتے اور کہا کرتے کہ استاد کا پیشہ بہت باعزت ہے۔ استاد علم کی شمع ہے اور شاگرد اس شمع سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ یہ روشنی ان کو دین و دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ و سلیقہ سکھاتی ہے - اگر استاد ایسا نہ کرے تو جہالت انسان کو تاریکیوں میں دھکیل کر لے جائے جہاں سے سوائے ظلم و ستم کے اور اسے کچھ حاصل نہ ہو۔

غرض یہ کہ میاں ثانیؒ نہ صرف خود بہت بڑے عالم اور فاضل تھے۔ بلکہ انہوں

Marfat.com

نے علم کی روشنی کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے ایسے کام کئے جو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

تحمل اور بردباری

تحمل اور بردباری ایسی صفات ہیں جو انسان کو حقیقی معنوں میں انسان بناتی ہیں اور اسے شائستگی اور اخلاق کے دائرہ کے اندر رہنا سکھاتی ہیں۔ جن لوگوں میں یہ صفات موجود نہیں ہوتیں وہ درندہ صفت بن جاتے ہیں۔ لوٹ مار - قتل وغارت-حق تلفی۔ فساد۔ دھوکافریب وغیرہ ان کی زندگی کاجزو اعظم بن جاتا ہے۔ ایسا شخص نہ صرف اس دنیا میں ذلیل و خوار ہوتا ہے بلکہ اگلے جہان میں بھی اسے ذلت اور رسوائی کاسامنا کرنا پڑے گا۔

دنیا میں جہاں کہیں بھی فتنہ وفساد نظر آتاہے وہ تحمل اور بردباری کے فقدان کی علامت ہے۔ جو لوگ تحمل سے کام لیتے ہیں۔ وہ نہ صرف اس دنیا میں سرخرو رہتے ہیں۔ بلکہ اگلے جہان میں بھی ان کو بلند مقامات ملیں گے۔

مسلمانوں کے لئے اخلاق حسنہ کی بنیاد ہی تحمل اور بردباری ہے۔اور یہ صفت خوف خدا عبادت وریاضت تقوی اور پرہیزگاری سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جس نے اس صفت کو پالیا وہ ہر دلعزیز بن گیا۔

میاں ثانی صاحبؒ میں یہ صفت اتنی پائی جاتی تھی کہ آپ دوسروں سے منفرد نظر آتے تھے یا یوں سمجھئے کہ میاں ثانی صاحبؒ تحمل و بردباری کی جیتی جاگتی اور منہ بولتی تصویر تھے۔ اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے انسان کو بڑے کٹھن راستہ سے گزرنا

Marfat.com

پڑتا ہے۔ قدم قدم پر مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باطل اور شیطانی قوتیں چپہ چپہ پر روڑے اٹکاتی ہیں اور اپنے اپنے عقیدے کو بچانے کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ تمام تر کوششوں کے باوجود کوئی نہ کوئی ایسی بات سامنے آہی جاتی ہے جس سے تلخی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور انسان صبرو تحمل کادامن چھوڑ دیتاہے۔

مگر ثانی صاحبؒ نے کبھی ایسا نہ کیا انہوں نے اس کٹھن راستے کوخوش مزاجی اور تحمل و بردباری سے طے کیا۔ آپ کو کسی نے کبھی کسی بات پر تلخ ہوتے نہیں دیکھا آپ نے کبھی تلخی کو تحمل پر ترجیح نہ دی۔ ہرایک کی بات خواہ وہ کسی نظریہ سے تعلق رکھتا ہو بڑے تحمل سے سنتے تھے۔ کسی کی شکایت پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی زمین اور باغ پر کام کرنے والے مزارعین اگر اپنی نااہلی کی وجہ سے آپ کا مالی نقصان بھی کردیتے تو آپ بڑے تحمل سے اسے برداشت کرتے اورکبھی تلخ مزاجی نہ دکھاتے۔ آپ کے زیر انتظام بہت سی مساجد اور مدارس کاسلسلہ جاری تھا۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ طلبہ اور اساتذہ امام مسجد لنگر تیار کرنے والے اور تقسیم کرنے والے خادم وغیرہ سے کوئی نہ کوئی غلطی سرزد ہوہی جاتی مگر آپ کبھی ناراضگی کا اظہار نہ کرتے اور تلخی کی بجائے انہیں پند ونصیحت فرماتے۔

میاں ثانی صاحبؒ کے عزیز و اقارب بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے اور دنیاوی اعتبار سے بہت خوشحال اور بلند تھے۔ آپ کو ان عزیزوں کے بعض افعال ناپسند تھے لیکن آپ انہیں بھی تحمل مزاجی سے برداشت کرتے اور انہیں دنیاکے ساتھ ساتھ دین کی پابندی کی تلقین بھی کرتے۔ لیکن اس طرح کہ کسی سے الجھتے نہ تھے نہ بد کلامی

Marfat.com

کرتے نہ تلخی کا اظہار کرتے۔

بعض لوگ اپنے گھریلواور دنیاوی جھگڑے آپ کے پاس لے کر آتے آپ انہیں بھی تحمل اور بردباری کا درس دیتے اور اسطرح ان کے جھگڑے نپٹا دیتے۔ مگر جہاں تک دینی معاملات کا تعلق تھامیاں صاحبؒ خلاف سنت وشریعت چیزوں کو ہرگز برداشت نہ کرتے تھے۔ نماز۔ روزہ۔اور دیگر اسلامی افعال کی سختی سے پابندی کرواتے اس میں خورد وکلاں کی تمیز روانہ رکھتے تھے۔ میاں صاحبؒ کی اس سختی میں بھی تحمل کی جھلک نظر آتی تھی۔

غرضیکہ میاں ثانی صاحبؒ خود بھی تحمل و بردباری کا نمونہ تھے -اور دوسروں کو بھی ایسا ہی دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ انسان اگر تحمل سے کام لے تو دنیا کے آدھے سے زیادہ شر ختم ہوجائیں۔

بحیثیت طبیب

حکمت یاطب علوم اسلامی کالازمی جزو ہے۔ہمارے جتنے بھی علماء و بزرگ گزرے ہیں۔ خواہ انھوں نے کسی بھی دینی مدرسے سے تعلیم پائی انکے نصاب میں علوم طب ایک لازمی جزو رہاہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی اولیاء کرام گزرے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو طبیب کی صفات سے بھی نوازا ہے -اکثر بیمار اور تکلیف زدہ لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے تھے اللہ تعالیٰ شفاء دیتے تھے۔

میاں ثانی صاحبؒ نے بھی طب کا باضابطہ مطالعہ کیا تھا اور آپ نہ صرف ایک نیک بزرگ تھے بلکہ ایک اچھے طبیب بھی سمجھے جاتے تھے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ

Marfat.com

سب سے بڑی حکمت "کم کھانا" ہے خود بھی اس پر عمل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اگرچہ آپ یونانی ادویات کے دلدادہ تھے مگر بوقت ضرورت انگریزی ادویات جو نشہ آور چیزوں سے پاک ہوتیں کے استعمال کے خلاف بھی نہ تھے۔ اکثر بیمار جب آپ کے پاس دعاگوئی کے لئے آتے تو آپ دعا کے ساتھ دوا بھی تجویز فرماتے۔ کبھی ایسی دوا تجویز نہ کرتے جو مہنگی ہو اور بیمار کے لئے اس کا خریدنا ایک الگ بیماری ہو۔ آپ فرمایا کرتے کہ سادہ علاج اچھے ہوتے ہیں ان کا کرنا سنت ہے ۔شفاء تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اس لئے بیمار کا بہترین علاج یہی ہے کہ دوا سادہ ہو خیرات کثرت سے ہو اور صدقہ جو بیماری کو کھاجاتا ہے دیا جائے۔

میاں صاحبؒ جو یونانی ادویات تجویز فرماتے وہ ہمیشہ بیمار کی حالت کو پیش نظر رکھ کر کرتے ۔ جو حضرات نہایت نحیف اور کمزور ہوتے۔اور بڑھاپا ان پر غالب ہوتا تو آپ انہیں معجون فلاسفہ استعمال کرنے کی ہدایت کرتے۔ دماغی کام کرنے والوں کو دواء المسک تجویز کرتے آپ نے ایک مرتبہ بتلایا کہ ان کے ایک بازو کے حصہ میں درد رہتی تھی بہت علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا آخر دواء المسک تیار کی اور اسے کافی عرصہ تک استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے درد جاتا رہا اور پھر کبھی نہ ہوا۔ اسی طرح دوا کے استعمال کے متعلق بھی آپ فرمایا کرتے کہ دوا چند دن متواتر استعمال کرکے پھر کچھ دنوں کا وقفہ کرنا چاہیے۔اسطرح دوا جزو بدن نہیں بنتی اور اپنا پورا اثر دکھاتی ہے۔

میاں ثانیؒ بادام روغن کی بہت تعریف کرتے اور مناسب لوگوں کے لئے تجویز

Marfat.com

کرتے۔ آپ نے بتلایا کہ ادھیڑ عمر میں میری نظر بڑی تیزی سے گرنی شروع ہو گئی میں نے خالص بادام روغن کو بطور نسوار استعمال کرنا شروع کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نظر مزید گرنے سے رک گئی۔ اور اللہ کے فضل سے برسوں گزرنے کے باوجود نظر ویسی کی ویسی ہے۔ سب سے بڑی دوا جو آپ ہر خاص و عام کے لئے تجویز فرماتے وہ قدرتی شہد ہے۔ آپ خود بھی کثرت سے شہد استعمال کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں کوئی ٹانک شہد کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ یہ ہر مرض کی قدرتی دوا اور علاج ہے۔ آپ نے بتلایا کہ ایک مرتبہ وہ حج سے واپس وطن آ رہے تھے۔ راستے میں ناقص پانی کے استعمال کی وجہ سے پیٹ خراب ہوگیا اور سخت پیچش ہو گئی دوسرے حاجیوں کو بھی یہی شکایت ہو گئی اور دوران سفر میں یہ بیماری مصیبت اور پریشانی کاباعث بن گئی۔ کہنے لگے کہ وہ جب بھی سفر پر جاتے ہیں۔شہد اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔اس وقت بھی شہد کی بوتل ان کے پاس تھی خود بھی استعمال کیا اور دوسروں کو بھی کروایا اللہ تعالیٰ نے شہد کی برکت سے سب کو پیچش سے نجات دی۔ راقم الحروف نے جب یہ بات سنی تو حیران ہوا۔کیونکہ شہد طبی لحاظ سے گرم چیز ہے اور پیچش میں اسکااستعمال ٹھیک نہیں سمجھا جاتا چنانچہ اس نے اپنے ایک دوست حکیم آغا دوست محمد جو کہ لاہور کے اندر حکمت کرتے تھے اس بات پر روشنی ڈالنے کو کہا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ طبی نقطہ نگاہ سے شہد پیچش کا علاج نہیں ہے مگر چونکہ آپ میاں ثانیؒ جیسے بزرگ کی بات کر رہے ہیں اس لئے انہوں نے جو شہد بیماروں کو کھلایا اس میں روحانی فیض شامل تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کی سعی کو قبول فرمالیا اور لوگوں کو پیچش سے نجات مل گئی۔ سبحان اللہ۔

ایک مرتبہ راقم الحروف بہت بیمار ہو گیا۔ بہت انگریزی اور یونانی علاج کروائے مگر

Marfat.com

کچھ افاقہ نہ ہوا۔ملازمت سے ڈیڑھ ماہ کی رخصت بھی کرنی پڑی مگر طبیعت نہ سنبھلی۔ بڑے سے بڑے ڈاکٹر سے مشورہ کیا۔ان کے بتلائے ہوئے نسخوں کو استعمال کیا لیکن ہفتہ بعد دوبارہ ان کے پاس جاتا تو وہی حالت ہوتی جو پہلے دن تھی۔ اسی طرح علاج میں وقت گزرتا گیا اور طبیعت لاغر سے لاغر ہوتی گئی یہاں تک کہ پاؤں پر کھڑا ہونا بھی محال ہوگیا۔جب ہر طرح کے علاج سے مایوس ہو گیا تو میاں ثانی صاحبؒ سے رجوع کیا اور دعاگوئی کے لئے عرض کی۔ آپ نے فرمایا"شہد کھاو"۔ میں نے عرض کی کہ حضور شہد گرم ہے اور میری طبیعت میں بھی سخت گرمی ہے۔یہ مجھے موافق نہیں بیٹھے گامگر آپ نے شہد کے استعمال پر زور دیا اور شہد کی ایک بوتل عنائیت فرمائی اور کہا کہ اسے پانی میں گھول کرپی لیا کرو - ویسے ہی چاٹ لیا کرو۔ یا اناج کے ٹکڑے کے ساتھ لگا کر استعمال کرلیا کرو۔لیکن استعمال ضرور کرو۔ اس کے بعد آپ نے تھوڑا سا شہد ایک پیالے میں نکالااور اس میں پاؤ بھر ٹھنڈا پانی ڈالا اور کہا کہ اسے پی لو۔ڈرتے ڈرتے میں نے شہد کے شربت کو پی لیا تو فرحت سی محسوس ہوئی۔ اور جان میں جان آگئی۔ڈر تو یہ تھاکہ کہیں یہ گرمی نہ کرے۔ کہیں چکر آنے نہ شروع ہو جائیں لیکن یہ ڈر غلط نکلا۔چنانچہ گھر آ کر اس شہد کا استعمال جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ نے مکمل شفاء دے دی۔اس کے بعد جب بھی آپ کے پاس جاتا آپ ازراہ شفقت شہد عنایت فرما دیتے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ دماغی کام کرنے والوں کو اس کا استعمال رکھنا چاہیے۔

یہ میاں ثانی صاحبؒ کی حکمت تھی یا دعا تھی یا آپ کی نظر کیمیا تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مکمل شفاء دی اب بھی جب کبھی بیمار ہوتا ہوں تو شہد استعمال کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شفاء بخش دیتا ہے۔

Marfat.com

نماز جمعہ اور اس کی فضیلت۔

نماز جمعہ کی اہمیت کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔

یایھا الذین امنو اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذِکر اللّٰہ و ذروا البیع۔(الجمعہ آیت:9)

(ترجمہ۔ کہ اے مسلمانوں! جمعہ کے روز جب نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت بند کر دو)۔

قرآن حکیم کے ان الفاظ ہی سے نماز جمعہ کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

میاں ثانی صاحبؒ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمدؒ کی طرح نماز جمعہ خود پڑھاتے تھے اورانھوں نے اس فضیلت کو قائم رکھا جو اعلیٰ حضرتؒ نے شروع کی تھی۔میاں ثانی صاحبؒجمعہ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھتے تھے اور اس رحمت سے فیض یاب ہونے کے لئے وہ صبح ہی سے تیاری شروع کر دیتے تھے۔نماز فجر کے بعد اپنی بیٹھک میں بیٹھ جاتے لوگ دور دراز سے آنا شروع کر دیتے۔

یہ لوگ صرف سادہ لوح دیہاتی ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ ان میں پڑھے لکھے اور عالم و فاضل لوگ بھی ہوتے تھے۔لنگر کا سلسلہ بھی نماز جمعہ تک جاری رہتا۔ میاں ثانی صاحبؒ سے لوگ مصافحہ کرتے۔ آپ ان میں سے کسی کو اعلیٰ حضرتؒ کے مزار پر بھیج دیتے اور کسی کو مسجد میں بیٹھنے کا کہتے۔ لوگ میاں ثانی صاحبؒ کے حکم کے مطابق نماز جمعہ سے کچھ پہلے تک وہاں رہتے۔ اس کے بعد مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے چلے

Marfat.com

آتے۔

اذان جمعہ کے بعد میاں ثانی صاحبؒ صاف ستھرا سادہ لباس پہنتے عمدہ عبا زیب تن کیئے منبر پر تشریف لاتے۔ اور ہاتھ میں عصا لے کر وعظ کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ ان کا وعظ ایک گھنٹے سے لیکر دو گھنٹے تک چلتا۔ اس تمام عرصے میں وہ ایک لمحہ کے لئے بھی نہ بیٹھتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کرتے کہ منبر کے ساتھ ٹیک لگا لیتے۔ ان کی آواز میں ایک جادو تھا۔وہ روزمرہ کے معمولات پر باتیں کرتے اور یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی نئی چیز لوگوں کو بتا رہے ہیں۔

عبا وہ اس لئے پہنتے تھے کہ یہ سنت نبوی ﷺ ہے۔ یہ چیز خطیب کی انفرادیت کو بھی ظاہر کرتی ہے۔خالص دینی اور اسلامی باتیں کرتے اور اسلام کی بنیادی باتوں کو سادہ طریق سے بیان کرتے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام کی بنیادی چیزوں پر عمل کے لئے تیار کیا جائے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جب تک مسلمان بنیادی چیزوں پر عمل نہ کریں گے وہ زندگی میں کامیاب و کامران نہ ہوسکیں گے۔انہی بنیادی چیزوں میں ایک چیز نظم و ضبط بھی ہے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ پیش امام یا خطیب وعظ فرما رہے ہیں اور لوگ ہاتھوں میں جوتیاں پکڑے پچھلی صفوں کو پھلانگتے ہوئے اگلی صفوں میں بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں بعض لوگ اس طرح بیٹھے ہوتے ہیں کہ کوئی آلتی پالتی مارے ہے کوئی دوزانو ہے - کوئی کسی طرح اور کوئی کسی طرح۔ کوئی کھڑا سنتیں پڑھ رہا ہے کوئی اس کے آگے سے گزر رہا ہے۔

میاں ثانی صاحبؒ کا طریق یہ تھا کہ وعظ کے دوران میں تمام لوگوں کو دو زانو ہو کر بیٹھنے کی تلقین کرتے اور اگر کسی کو کسی دوسری طرح بیٹھے دیکھتے تو ناراضگی کا اظہار

Marfat.com

کرتے۔ اسے ڈانٹتے اور دوزانو ہو کر بیٹھنے کی فضیلت بیان کیا کرتے۔

میاں ثانی صاحبؒ کسی کو خطبے یا وعظ کے دوران میں سنت وغیرہ پڑھنے کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ سنتیں وعظ شروع ہونے سے پہلے پڑھا کرو۔یا پھر وعظ ختم ہونے کے بعد۔ آداب محفل اور سنت نبوی میں کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں ہوتی۔

موضوعات وعظ

میاں ثانی صاحبؒ کے وعظ کے اکثر موضوع مندرجہ ذیل ہوتے تھے۔

1- نیکی کی تلقین۔

2-بسم اللہ کا ورد۔

3-رزق حلال کی اہمیت۔

4-کھانے پینے کا سلیقہ۔

5-دستر خوان پر بیٹھنے کا طریقہ۔

6-حقوق العباد۔

7-ضبط نفس۔

8-معاشرے کی برائیوں کا خاتمہ۔

9-سود کی لعنت۔

10-نماز پنج گانہ کی اہمیت۔

11- کفایت شعاری وغیرہا۔

کہنے کو تو یہ موضوع کوئی ایسے نہیں ہیں جو مسلمان کو معلوم نہ ہوں۔اکثر مسجدوں

Marfat.com

میں سے کسی نہ کسی موضوع پر کچھ نہ کچھ بتایا ہی جاتا ہے لیکن میاں ثانی صاحبؒ کا طریق کچھ اسطرح کا ہوتا تھا کہ جو بات کرتے وہ دل میں اترتی چلی جاتی۔ وہ اکثر کہا کرتے کہ نیکی کرو۔

نیکی کوئی ایسی ٹھوس چیز نہیں جس کو محسوس کیا جا سکے۔ بلکہ یہ ایک ایسا روحانی عمل ہے جس کے کرنے سے انسان کا دل مطمئن ہوتا ہے۔ اسے ایک انجانی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ اور جب ایسا ہو تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے اچھا کام کیا ہے۔ خواہ یہ کام کسی زخمی پرندے کی عیادت ہی کیوں نہ ہو۔ کسی راہ چلتے کو صحیح راستہ دکھانا۔ الغرض ہر وہ کام جو ایک انسان دوسرے انسان یا جاندار کی بہتری کے لئے کرتا ہے نیکی ہے۔

بسم اللہ کا ورد ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن اس کی اہمیت پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ میاں صاحبؒ ہمیشہ یہ تلقین کرتے کہ جو بھی کام کرو بسم اللہ پڑھ کر کرو۔ اس طرح کام میں برکت ہوتی ہے۔ جب اللہ کے نام سے کوئی کام شروع کیا جائے گا تو یقیناً اس کا انجام بھی بہتر ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندے کو مایوس نہیں کرتا۔

میاں صاحبؒ ہمیشہ رزق حلال کھانے کی تلقین کرتے۔ ان کا کہنا تھا کہ جو آدمی حلال کی روزی کھاتا ہے وہ اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ اسے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ وہ دولت ہے جو بڑے بڑے امیروں کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ حلال کی روزی کھانے والا کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔ وہ ہر حالت میں اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے۔

کھانے پینے کے سلسلے میں میاں ثانی صاحبؒ بڑی وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ جب بھی کسی کھانے کی چیز کا ذکر ہوتا تو فرماتے کہ کھانا ہمیشہ مسنون طریقہ سے

Marfat.com

کھانا چاہیے۔انسان کو رزق کی عزت کرنی چاہیے جو رزق کی عزت نہیں کرتا رزق اس سے بھاگتا ہے۔ایک جگہ بیٹھ کر کھانا چاہیے۔ یہ نہیں کہ آدمی ہاتھ میں روٹی پکڑے اور راہ چلتے نوالے توڑتا اور کھاتا جائے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

جب انسان دسترخوان پر بیٹھے تو سلیقہ سے بیٹھے۔ آلتی پالتی مار کر بیٹھنا ٹھیک نہیں۔ ہمیشہ ایک زانو کو کھڑا رکھے۔ اور اس طرح کھائے کہ ساتھ بیٹھا ہوا آدمی ناگواری محسوس نہ کرے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھے اور اپنے سامنے رکھے ہوئے برتن میں اپنے آگے سے کھائے۔ کھانے کے دوران میں دوسروں کے لقمے کی طرف توجہ نہ دے اور کھاتے وقت منہ سے آواز نہیں نکلنی چاہیے۔اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ کھاتے ہیں تو چپڑ چپڑ منہ سے آواز نکل رہی ہے۔ یہ مسنون طریقہ نہیں ہے۔ اس سے دوسروں کے دل میں ناگواری پیدا ہوتی ہے۔کھانا ہمیشہ بھوک رکھ کر کھائے۔ وگرنہ بیماری کا خطرہ ہوتا ہے۔ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔اسی طرح پانی پیتے وقت گلاس ہمیشہ دائیں ہاتھ سے پکڑنا چاہئے اور ایک ہی سانس میں گلاس ختم نہیں کرنا چاہئیے۔ سانس لیکر پینا چاہیے۔کم ازکم پانی پیتے وقت تین مرتبہ سانس لینا چاہیے۔

میاں ثانی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کھانے پینے کے سلسلے میں یہ باتیں اگرچہ معمولی نوعیت کی ہیں لیکن ان پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ اگر انسان ان باتوں پر عمل کرے تو ہزاروں آفات سے بچا رہتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور کریم ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو ڈاکٹروں - حکیموں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی -وہ ہمیشہ کم کھاتے یعنی

Marfat.com

بھوک رکھ کر کھاتے۔ کھانے کے سلسلے میں ایک بات اور ہے جس پر میاں ثانی صاحبؒ بہت زور دیا کرتے تھے۔ وہ کھانا کھانے کے بعد دعا ہے۔ ہم اکثر اپنے گھروں میں کھانا کھاتے ہی اٹھ جاتے ہیں -یہاں تک جب کسی کی دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے تو اس وقت بھی دعانہیں مانگتے -میاں ثانی صاحبؒ فرماتے تھے کہ دعا ایک لازم امر ہے۔

یہ بندے کا اپنے خالق کا شکر ادا کرنا ہے - جس نے اسے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور جو بندہ شکر گزار نہیں وہ کچھ بھی نہیں اسے بندگی کا سلیقہ اور طریقہ بھی نہیں آتا۔ دعا ہر کام کے آغاز و انجام کے لئے ضروری ہے۔ لیکن ہم اس کی جانب بالکل توجہ نہیں دیتے -یہاں تک کہ نماز پڑھنے کے بعد بھی دعا نہیں مانگتے اور مسجد سے جلد بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔

انفرادی دعا اور اجتماعی دعا میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مسجد میں ہمیشہ اجتماعی دعا میں شرکت کرنی چاہئے یہ بہت ضروری ہے - اکثر لوگ دعا کی اہمیت سے واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے وہ نماز کے فوراً بعد بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک بہت بڑے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

حقوق العباد کے سلسلے میں میاں ثانی صاحبؒ خاص طور پر تلقین کرتے۔ کیونکہ یہ وہ حقوق ہیں جن کا تعلق بندہ کا بندے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق سے درگزر کر سکتا ہے۔ لیکن حقوق العباد صرف بندہ ہی معاف کر سکتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو دوسروں کے حقوق سلب نہ کرو تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ تمیں معلوم نہیں ہے کہ انسان کی زندگی چند روزہ ہے۔ دو دن کی اس زندگی میں اپنے بھائیوں کو قتل کرتے

Marfat.com

ہو۔ان کی جائیداد دولت حاصل کرنے کے لئے مکر وفریب کرتے ہو اس طرح حاصل کی ہوئی دولت زمین اور دیگر اشیاء ایک دن یہیں چھوڑ جاؤ گے۔ یہ چیزیں تمھارے ساتھ نہیں جائیں گی۔ ساتھ جانے والی چیزیں صرف تمھارے اعمال ہیں۔جن کی طرف تم توجہ نہیں دیتے۔

اے لوگو۔اپنے اندر بھائی چارہ پیدا کرو۔ اخوت کا سبق پڑھو۔ یہ اسلام کا سبق ہے۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت کرو۔ اس طرح پیار محبت اور اخوت بڑھتی ہے۔معمولی معمولی باتوں پر جھگڑا نہ کیا کرو۔ان جھگڑوں کو احسن طریقے سے خود ہی نپٹا لیا کرو۔ تاکہ تمھاری آپس میں مقدمہ بازی نہ ہوسکے۔ مقدمہ بازی ایک لعنت ہے جو تمہیں گھن کی طرح کھاجاتی ہے ۔اور جب تمھارے پاس کچھ نہیں رہتا تو تمہیں اس کا احساس ہوتا ہے۔مقدمہ بازی بہت بری چیز ہے۔ اس سے بچو۔

میاں ثانی صاحبؒ مقدمہ بازی کو بہت برا سمجھا کرتے تھے۔ ان کے خیال میں مقدمہ بازی ہی معاشرے میں فساد کی جڑ ہے۔وہ خود بھی ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی پریشانی میں ڈالتا ہے۔ مقدمہ باز تنگ حوصلہ ہوتا ہے ۔ اگر وہ وسعت قلب سے کام لے تو ہر وہ کام جو مقدمہ کی خواری کے بعد انجام پذیر ہوتا ہے۔وہ احسن طریقے سے افہام و تفہیم سے طے ہوسکتا ہے۔

میاں ثانی صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ اچھا انسان وہی ہے جو نفس پر قابو پالے۔ نفس ایک شیطانی وسوسہ ہے اور انسان اس وسوسہ کا شکار ہوکر ہر وہ برائی کر گزرتا ہے جس کا کرنا اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔لیکن چونکہ شیطان اپنے مکروفریب سے

Marfat.com

انسان کو قابو کرلیتا ہے اور پھر اس انسان کے ذریعے سے معاشرے میں گندگی برائی اور تباہی و بربادی پیدا کرتا ہے۔ اسطرح جب معاشرہ بگڑ جاتا ہے تو قومیں تباہی کی طرف چل دیتی ہیں اور بالآخر ایک دن تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔

تاریخ کا مشاہدہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نے اس نفس کی وجہ سے بڑے بڑے ظلم کیے۔ یتیموں غریبوں معذوروں لاچاروں کو تباہ و برباد کیا۔ لیکن آخر کار خود بھی وہ اسی نفس کا شکار ہوکر اس دنیا کو خیر باد کہہ گیا۔ فراعنہ مصر کو لیجئے انہوں نے اس نفس کی تسکین کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ شداد نے جنت ارضی قائم کرنے کے لئے کیا کیا طریقے اختیار کئے۔

چنگیزخان اور ہلاکو خان نے اپنے نفس کی تسکین کے لئے کیسے کیسے مظالم ڈھائے۔ غرض کہ نفس امارہ تمام برائیوں کا منبع ہے اس کے لئے پیشتر اس کے کہ نفس انسان کو اپنے قابو میں کرے انسان کو چاہیے کہ وہ نفس پر قابو پالے اور اس طرح ان تمام برائیوں سے بچے جو اسے تباہی و بربادی کی طرف لے جاتی ہیں۔

میاں ثانی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو ہر حالت میں ان سے بچنا چاہیے نفس کی پہلی دو کیفیتوں کی وضاحت کرتے ہوئے آپ کہا کرتے تھے کہ نفس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک نفس لوامہ اور دوسری نفس امارہ۔

نفس لوامہ ایک سچائی ہے اور حقیقت کی جستجو اور اپنی کو تاہیوں پر ندامت کرنا ہے۔

Marfat.com

جبکہ نفس امارہ ایک ایسی خواہش ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک کام ہو چکنے کے بعد دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ یہ ایک ایسی بھوک ہے جو کبھی نہیں مٹتی۔ اس نفس کو تسکین دینے کے لئے انسان " جھک " مارتا ہے ۔لیکن خواہشات اور بڑھتی ہیں۔ جذبات اور ابھرتے ہیں۔ جو بالآخر اسے قبر تک لے جاتے ہیں۔یہاں تک کہ مرتے مرتے بھی خواہشات کادامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا اور انسان انہی خواہشات کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوجاتاہے۔

میاں ثانی صاحب اپنے خطبے میں معاشرے کی برائیوں کابھی اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔یہ برائیاں بظاہر معمولی نوعیت کی قرار دی جاتی ہیں۔لیکن ان کے اثرات معاشرہ کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں ۔آپ ان برائیوں پر بڑی تفصیل سے بات کیا کرتے تھے۔ مثلا جوئے کے متعلق کہاکرتے تھے کہ ایک ایسی برائی ہے جو انسان کو بے شرم و بے حیاء بنا دیتی ہے۔وہ جواء میں ہار کر اپنی ہر چیز داؤ پر لگا دیتاہے۔ یہاں تک کہ بیوی بچوں کی پروا نہیں کرتا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں اور اخبارات میں بھی اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ فلاں شخص نے جوئے میں اپنی بیوی کو ہار دیا۔ ایسا کرنے والا انسان بے حیاء اور بے شرم نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا ۔جواءمیں ہار ہو یا جیت دونوں طرح انسان تباہ وبرباد ہوتاہے۔ آج کی جیت اسے کل کی ہار سے نہیں روک سکتی اور آج کا ہارا ہوا جیت کی امید میں سب کچھ لٹاتا چلا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ گھر کا رہتا ہے اور نہ گھاٹ کا۔

اسی طرح شراب پینے والا ہے اسے شراب کے نشے میں حرام وحلال کی تمیز نہیں

Marfat.com

رہتی۔ گندگی اور پاکیزگی کا ہوش نہیں رہتا۔ کبھی نالیوں میں گرا پڑا ہے تو کبھی گندگی کے ڈھیر پر۔ شرابی بھی جواری کی طرح بے شرمی بد نامی اور بے حیائی کی زندگی گزارتا ہے۔ اس کی عزت اپنوں میں ہوتی ہے اور نہ بیگانوں میں وہ معاشرے میں ایک ناسور سمجھا جاتا ہے۔

میاں ثانی صاحبؒ کے خطبہ جمعہ میں گرد ونواح کے دیہاتیوں کی کثرت تعداد شریک ہوا کرتی تھی۔ اس لئے میاں ثانی صاحبؒ معاشرے کی ان برائیوں کا ذکر ضرور کرتے تھے جو ان سادہ لوح لوگوں کو تباہ و برباد کردیتی ہیں۔ جواء شراب نوشی کے علاوہ ایک اور برائی بھی ہے جو اکثر لوگوں میں پائی جاتی ہے وہ اغواء ہے۔ کبھی کسی کے جانور ہانک لئے جاتے ہیں تو کبھی کسی کی عورت کو ۔ بہن کو ۔بیٹی کو اغواء کرلیاجاتا ہے ۔میاں ثانی صاحبؒ ایسی برائیوں کا خاتمہ چاہتے تھے اوران سے بچنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

میاں ثانی صاحبؒ ایک دوسری برائی کا بھی تفصیل سے ذکر کرتے تھے اور وہ زنا سے متعلق ہے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ زنا ایک لعنت ہے خواہ وہ کسی طور پر کسی طرز پر کیوں نہ ہو ۔آپ فرماتے تھے ایسی خواہش کی صورت میں انسان نکاح کرلے۔ یہ اس برائی سے بچنے کا بہترین طریقہ ہے۔ اس سے انسان کو روحانی سکون ملتا ہے۔ زنا کی خلش نہیں رہتی ۔ذمہ داری کا احساس ابھرتا ہے آپ زانی کی سزا اور اس کے انجام سے لوگوں کو آگاہ کیا کرتے تھے۔ اور جہنم کے عذاب سے ڈراتے تھے تاکہ لوگ اس برائی سے بچیں۔

دوسری شادی کے سلسلے میں آپ کہا کرتے تھے کہ اول تو ایک ہی شادی کافی

Marfat.com

ہے۔ لیکن اگر کسی کے اولاد نہیں ہے۔ تو وہ دوسری شادی کر سکتا ہے۔ اگر انسان صرف عیاشی کے لئے دوسری شادی کرتا ہے تو وہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ کیونکہ اسلام نے تو دونوں بیویوں کے ساتھ انصاف سے پیش آنے کو کہا ہے اور انسان خطاء کا پتلا ہے اس لئے وہ قدرتی طور پر انصاف نہیں کر سکتا۔ اور جب وہ انصاف نہیں کر سکتا تو پھر دوسری شادی کا فائدہ ہی کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں چار شادیوں کی گنجائش ہے۔ انسان بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ ٹھیک ہے لیکن وہاں بھی بات انصاف کی ہے۔ کیا وہ چاروں کے ساتھ ایک سا انصاف کر سکتا ہے۔ ایک سا سلوک ایک سا کھلانا پلانا پہنانا وغیرہ کر سکتا ہے۔ اگر نہیں تو پھر دوسری۔ تیسری اور چوتھی شادی کیوں کرے؟۔ یہ تو صرف ایک عیاشی ہے اور عیاشی اسلام میں ممنوع ہے۔

ہمارے معاشرے کو جو چیزیں گھن کی طرح کھا رہی ہیں۔ ان میں ایک "سود" کی لعنت بھی ہے۔ دیہاتوں میں اکثر غریب لوگ سود کی لعنت میں گرفتار ہیں۔ مہاجن سرمایہ دار زمیندار غریبوں کی زمینیں رہن رکھ کر ان کو سود پر رقم دیتے ہیں تاکہ وہ فصل اگا سکیں لیکن یہ سود بڑھتا ہی رہتا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زمین آہستہ آہستہ ان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور وہ پیسے پیسے کو ترس جاتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ سود کھانے والے میں نیکی اور بدی کی تمیز نہیں رہتی اور ساری کمائی حرام ہو جاتی ہے۔ اسطرح جب لقمہ حلال ہم نہیں کھائیں گے تو ہم نیکی کی طرف کس طرح آئیں گے۔ اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ سود پر کوئی رقم قرض نہ لیا کریں۔ اس سے بچیں۔ آپ قرض خواہ کو بھی تلقین کیا کرتے تھے کہ وہ اصل رقم سے زائد وصول نہ کیا کرے اس طرح

Marfat.com

قرض دینے والے کی کمائی میں برکت ہو گی اور اس کا کھانا پینا جائز و حلال ہو گا۔ لیکن اگر وہ سود وصول کرتا ہے تو وہ حرام کھاتا ہے۔

میاں ثانی صاحبؒ صرف معاشرے کی برائیوں ہی کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ لوگوں کو ان برائیوں سے پیدا ہونے والی صورتوں سے آگاہ کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ کفایت شعاری اور محنت کا ذکر بھی کرتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ فضول خرچی مت کیا کرو۔ یہ انسانی خوشی کی تباہی ہے۔ کفایت شعاری سے کام لیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو۔ خوب محنت سے کام کرو۔ فصل اگاؤ دکانداری کرو یا کوئی بھی کاروبار کرو تو دل لگا کر کرو۔ محنت کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ جتنی محنت کرو گے اتنا ہی پھل پاؤ گے۔ اس سلسلے میں وہ اکثر شرق پور کے لوگوں کا ذکر کیا کرتے تھے جنھوں نے محنت کا پھل پایا اور اب دولت میں کھیل رہے ہیں۔ لکھ پتی بن چکے ہیں۔

المختصر میاں صاحبؒ نے معاشرے کے ہر پہلو کو اپنی خطابت کا موضوع بنایا اور لوگوں کو نیکی کی تلقین کی اور نیک عمل کرنے کی ترغیب دی۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو میاں صاحبؒ نے اپنے سادہ لیکن پر اثر خطبات سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا اور کوشش کی کہ سادہ لوح مسلمان اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلیں۔

حقوق العباد کے علاوہ میاں ثانی صاحبؒ مسجد میں داخل ہونے اور باہر جانے کے طریق کی بھی وضاحت کرتے اور ہمیشہ فرمایا کرتے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو سب سے پہلے دایاں قدم مسجد میں رکھو اور یہ دعا پڑھو۔

اللھم افتح لی ابواب رحمتک

Marfat.com

"اے اللہ: میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

اور جب نماز سے فارغ ہو کر واپس جاؤ تو سب سے پہلے بایاں قدم باہر رکھو اور یہ دعا پڑھو۔

اللّٰھم انی اسئلک مِن فضلک و رحمتک

"اے اللہ! میں تجھ سے تیری مہربانی کی درخواست کرتا ہوں"۔

اسی طرح نماز پنج گانہ کی اہمیت پر وعظ فرمایا کرتے ۔ نماز کو قائم کرنے کی تلقین کرتے اور اکثر یہ کہا کرتے کہ نماز باجماعت پڑھنا نفلی عبادات سے بدرجہ بہتر ہے۔ اس شخص کی عبادات کا کوئی فائدہ نہیں جو نماز باقاعدگی سے نہیں پڑھتا۔ وہ خود ہمیشہ نماز باجماعت پڑھتے اور ظہر سے لیکر عصر تک مسجد ہی میں رہتے۔

نماز جمعہ کا خطبہ نہایت ذوق و شوق اور خوش الحانی سے فرماتے متشرع لوگوں کو اگلی صفوں میں آنے کی تلقین کرتے اور دوسرے لوگوں کو دوسری صفوں میں بیٹھنے کو کہتے۔

نماز جمعہ میں آپ عموماً مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں سورۃ الحشر کا دوسرا رکوع "العزیز الحکیم" تک پڑھتے اور دوسری رکعت میں اٹھائیسویں پارے کی سورۃ الجمعہ کی آخری چار آیات پڑھا کرتے تھے۔

میاں صاحبؒ نماز میں سلام کے بعد بہت مختصر دعا مانگا کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ دوردراز سے آئے ہوئے لوگوں کی سہولت تھی تاکہ وہ جلد فارغ ہو کر اپنی منزل پر پہنچ سکیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ نماز جمعہ میں شرکت کے لیے بیمار بوڑھے اور کمزور

Marfat.com

لوگ بھی آتے تھے اس لئے ان کو زیادہ دیر تک روکنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔

اکثر مسجدوں میں دعا اتنی لمبی ہو جاتی ہے کہ مقتدی آمین آمین کہتے کہتے دل میں کہتا ہے کہ جلد ختم ہو۔ اس طرح دعا مانگنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دعا میں اثر اسی وقت ہوتا ہے جب وہ دل سے نکلے - بقول شاعر اقبالؒ۔

آہ جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

بہر کیف میاں ثانی صاحبؒ مختصر دعا مانگتے اور دوزانو ہو کر بیٹھ جاتے۔جن لوگوں کو جانا ہوتا وہ چلے جاتے۔باقی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہتے۔ اس کے بعد نعت خواں کا سلسلہ شروع ہوتا عموما ایک یا دو نعتیں ضرور سنتے تھے۔جمعہ کے دن تو اکثر مختلف جگہوں سے نعت خواں آتے اور اس بات کے منتظر رہتے کہ کب انہیں نعت پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ بہت سے نعت خواں یہ تمنا لیکر بار بار آتے تھے۔ نعت خوانی کے بعد پھر دعا ہوتی اور اس کے بعد اکثر لوگ میاں ثانی صاحبؒ سے مصافحہ کرتے۔

میاں ثانی صاحبؒ ان لوگوں سے فارغ ہو کر اپنے حجرے میں چلے جاتے اور نماز عصر تک وہاں قیام کرتے۔ عصر کی نماز پڑھنے سے پہلے وہ اپنے گھر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

طریقہ دعا

دعا مانگنا انسان کا فطری عمل ہے۔ بچے کی پیدائش سے لیکر اس کی جوانی اور بڑھاپے تک اور بالآخر مرنے اور مرنے کے بعد بھی دعا کا عمل جاری رہتا ہے۔ دعا مانگنے سے

Marfat.com

لئے کبھی انسان نے بت تراشے اور کبھی خود انسانوں کو خدا سمجھا اور ان کے آگے دست طلب وا کئے۔ ہر قوم نے دعا مانگنے کا اپنا اپنا طریقہ وضع کیا۔ یہاں تک کہ جب حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو کفار مکہ نے مختلف بت بنا رکھے تھے اور ان سے اپنی اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے دعا مانگتے تھے .نبی اکرم ﷺ نے توحید کا اعلان کیا وہ بگڑ گئے کہ ان دیکھے خدا کو کیونکر مانیں اور کس طرح اس کے سامنے دست طلب دراز کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر سے سورہ بقرہ کی آیت 186 میں فرمایا:۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیؤمنوابی لعلّھم یرشدون۔

(اور اے نبی ﷺ میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ یہ بات تم انہیں سنا دو شاید کہ وہ راہ راست پالیں)

یہ فرمان گویا ان لوگوں کے لئے خوشخبری تھی کہ وہ اپنی حاجت بیان تو کریں ان کا خدا ان کی ہربات ہر خواہش پوری کرنے والا ہے۔

لوگوں نے دعا مانگنے کے لئے مختلف طریقے ایجاد کرلئے کوئی سجدے میں دعا مانگتا کوئی کھڑے ہوکر کوئی دو زانو ہو کر غرضیکہ کہ جس کو جسطرح اطمینان ملا اس نے دعا مانگنے کا طریق ایجاد کر لیا۔ لیکن مسلمانوں کے لئے حضور ﷺ نے دعامانگنے کا طریق بتایا

Marfat.com

تاکہ ان میں یکسانیت پیدا ہو۔

دعا ہماری عبادت کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس لئے ہم خواہ کتنے ہی نوافل پڑھیں فرض پڑھیں سنت ادا کریں اگر دعا نہیں مانگتے تو سب کچھ بیکار ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو دوست رکھتا ہے جو بہت زیادہ دعا مانگتے ہیں گویا دعابذات خود ایک عبادت ہے جو شخص نماز پڑھے اور دعا نہ مانگے وہ مغرور اور متکبر ہے۔ کثرت سے دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور برکت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت میاں ثانی صاحبؒ بھی کثرت سے دعامانگا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی بار بار دعا مانگنے کی تلقین کرتے تھے۔میاں صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو خلوص نیت سے اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہیے - اس کا لباس پاک وصاف ہونا چاہیے اور باوضو بھی ہونا ضروری ہے - دعا نہایت خشوع وخضوع سے مانگے دل میں خدا کا خوف اور دعا کی قبولیت پر پورا پورا یقین رکھے وگرنہ دعاقبولیت کا درجہ کھو بیٹھے گی۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں اس لئے جب اسکا بندہ اس کے حضور دست دعا بلند کرتا ہے تو خداوند کریم اس بات سے حیا کرتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی پھیر دے۔ قبولیت میں دیر ہو سکتی ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دعا رائیگاں گئی ہے۔ تاخیر میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے جو خود دعا کرنے والے کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔

ایک دفعہ ایک دیہاتی حضرت میاں ثانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تکالیف کی لمبی داستان سنائی اور دعا کے لئے عرض کی آپ نے حاضرین مجلس سے کہا کہ سب ہاتھ اٹھاؤ اور اس حاجتمند کے لئے دعا کرو۔سب نے ہاتھ اٹھائے تو حاجتمند کے اپنے

Marfat.com

ہاتھ کچھ اس انداز سے اٹھے ہوئے تھے جس سے حاجتمندی کی بو نہیں آتی تھی۔ آپ نے دعا توڑ کر اسے ہدایت کی کہ دعا مانگنے کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھے ایک ضرورت مند کو اس طرح ہاتھ پھیلانے چاہئیں جیسے کہ وہ واقع ہی خلوص دل سے کچھ مانگ رہا ہے یہ محسوس نہ ہو کہ دعا مانگنے کی رسم پوری کر رہا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک اور حاجتمند آپؒ کے پاس دعا گوئی کے لئے آیا۔ آپ نے حاضرین کو کہا کہ اس کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اور دعا مانگو۔ جب دعا مانگ لی گئی تو اس شخص نے کچھ دیر بعد پھر دعامانگنے کے لئے اصرار کیا۔ آپ نے اسے سمجھایا اور کہا کہ اگر تجھے دعا کی قبولیت پر یقین ہوتا تو مجھے دوبارہ دعامانگنے کے لئے نہ کہتا۔ اور قدرے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ دعا مانگنے کے اپنے آداب ہیں۔ اور اگر یہ آداب ملحوظ خاطر نہ رکھے جائیں تو دعاکامقصد فوت ہوجاتا ہے۔ یہ سن کر اسے شرمندگی بھی ہوئی اور قدرے اطمینان بھی۔

میاں ثانی صاحبؒ کثرت سے دعا گوئی کرتے تھے اور دعا کو عبادت کا بہت بڑا حصہ جانتے تھے اور عبادت بغیر وضو کے نہیں ہوسکتی اس لئے ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔

دینی خدمات

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا۔اگر اسلام آفاقی مذہب نہ ہوتاتو آپ ﷺ کی نبوت ایک حلقہ تک محدود ہوتی۔جس طرح آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام آئے وہ کسی خاص قوم کی طرف بھیجے گئے اور ان کا حلقہ بھی محدود رہا۔لیکن نبی آخرالزمان ﷺ کو تمام کائنات کے لئے بھیجا

Marfat.com

گیا۔ اگرچہ اس زمانہ میں سفر کی وہ سہولتیں نہ تھیں جو آجکل ہیں۔ میلوں کا سفر مہینوں میں طے ہوتا تھا اس کے باوجود اسلام دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گیا اور بقول مولانا ظفرعلی خان۔

ع ہوئی ختم اس کی محبت اس زمین کے بسنے والوں پر۔

اسلام کا یہ پیغام توحید ایک مضبوط مرکز اور جذبہ جہاد سے اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق سے تمام لوگوں تک پہنچا اور اس طرح مسلمان ایک عالم گیر قوم اور قوت بن گئے۔ اسلام لوگوں سے یہ نہیں پوچھتا کہ وہ کس ملک کے باشندے ہیں۔ ایران کے رہنے والے ہیں یا انگلستان کے۔ افغان ہیں یا ترک ہیں ہندوستانی ہیں یاپاکستانی۔ جرمن ہیں یا جاپانی۔ چینی ہیں یا ترکستانی۔ وہاں تو صرف ایک بات ہے اور وہ علامہ اقبال کے قول کے مطابق یہ ہے کہ۔

ع مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں میں اتحاد رہا وہ سارے جہان پر حکمرانی کرتے رہے لیکن جب جمعیت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی رحمتیں ان سے ہٹا لیں۔ اور سارے جہان کی حکمرانی سنبھالنے والے مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ ان کی برکت اٹھ گئی اور وہ حکمران سے غلام ہوتے چلے گئے۔

حضرت میاں ثانی صاحب چونکہ ایک مذہبی روحانی پیشوا تھے اس لئے وہ اپنا اولین فرض سمجھتے تھے کہ مسلم اتحاد پیدا کیا جائے اور وہ اس کے لئے ہردم کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے عوام میں اتحاد واتفاق قائم کرنے اور فرقہ وارانہ اختلافات کو ختم کرنے

Marfat.com

کی بھرپور کوشش کی۔ آپ کہا کرتے تھے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور یہ رشتہ اخوت بہت بلند ہے اس لیے ان کے درمیان اختلاف سے دین اور ملک کو نقصان پہنچتا ہے۔ آپ لوگوں کو تلقین فرمایا کرتے تھے۔ کہ جماعتوں دھڑوں اور مختلف گروہوں سے بالا تر ہو کر دینی ملی اور ملکی مفاد کے لئے کام کرو تاکہ اتفاق واتحاد کی فضا پیدا ہو اور کوئی ایسا کام نہ کرو جو لا دینی قوتوں کے لئے تقویت کا باعث بنے۔ اور یہ کہ ان کی ساری ہمدردیاں اور اقدامات صرف اللہ تعالیٰ کے دین اور اپنے ملک کے لئے وقف ہونی چاہیں۔

میاں ثانی لاثانی صاحبؒ نے اس مشن کو پورا کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کررکھی تھی۔ آپ کی محفل میں ہر مکتبہ فکر کے لوگ آتے رہتے لیکن آپ نے کبھی کوئی ایسی بات کسی مکتبہ فکر کے متعلق نہ کہی جو کسی کی دل آزاری کا باعث بنے۔البتہ عقیدے کی بات ہوتی تو اپنے عقیدے کا برملا اظہار فرماتے آپ نہایت صلح کن اور حلیم الطبع تھے۔مسلمانوں کی آپس کی فرقہ بازی کو ایک بدعت سے کم نہ سمجھتے تھے۔

میاں ثانی صاحبؒ انگریزی بودوباش سے سخت نفرت کرتے تھے مگر جو لوگ ایسی بودوباش کو اپناتے یا ایسا لباس زیب تن کرکے آپ کے پاس آتے تو آپ ان سے نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ ایسے لوگوں کو نہایت پیار اور محبت سے سمجھاتے کہ اسلامی لباس پہنو اور اپنا قومی تشخص اجاگر کرو۔رزق حلال کھاؤ نماز پڑھو اور متشرع بن جاؤ۔اگرچہ مسلمان اب اتنا بگڑ چکے ہیں کہ ایسا کرنا ان کے لئے ایک مجاہدہ سے کم بات نہیں پھر بھی آپ سے ملنے والے جب بھی آپ کے پاس آتے اسلامی اقدار کو ملحوظ خاطر رکھتے۔

Marfat.com

آپ کو اس بات کا احساس بھی تھا چنانچہ فرمایا کرتے کہ انگریزی بودوباش کے دلدادہ میرے پاس وقتی طور پر اسلام کی باتیں کرتے ہیں مگر جب یہاں سے جاتے ہیں تو وہی روپ دھار لیتے ہیں۔ تاہم ان کا اتنا کرنا بھی راہ راست کی طرف ایک حوصلہ افزا قدم ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہاتووہ آہستہ آہستہ دین کے داعی بن جائینگے۔ یہ بھی فرمایا کرتے کہ ہدایت کرنے والے پر فرض ہے کہ وہ پہلے اپنی اصلاح کرے اور اپنے کردار کو مثالی بنائے تاکہ دوسرے اسکی تقلید کر سکیں۔اس کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے اسے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ کیاوہ اس قابل ہے کہ ہدایت کرسکے۔بدعت ایک ایسی چیز ہے جو اسلام کی روح کو مجروح کرتی ہے۔

میاں ثانی صاحبؒ کو اپنے برادر بزرگ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ کی طرح بدعت سے سخت نفرت تھی اور اس کو ہرگز برداشت نہیں کرتے تھے۔آپ فرمایا کرتے کہ پیری فقیری کا ہرگزیہ مطلب نہیں ہے کہ انسان گھر بار چھوڑ کرجنگلوں میں جانکلے یاکسی دریا کے کنارے ڈیرہ جمالے۔اور اپنا تعلق معاشرے سے منقطع کرلے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ یہ تو عیسائی اور ہندوؤں کا نظریہ ہے ۔ اسلام میں تو سب سے بڑی عبادت ہی یہ ہے کہ معاشرے میں رہ کرصحیح زندگی گزارے اسی کا نام اسلامی طرز زندگی ہے ۔ تارک الدنیا ہو جانا ایک غیر اسلامی فعل ہے۔

میاں ثانی صاحبؒ نے خود بھی ایک عام شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔ اور معاشرے میں رہ کر برائی کا مقابلہ کیا۔دنیاوی مشکلات کا سامنا کیا اور اپنی عبادت و ریاضت سے وہ منازل طے کیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔

Marfat.com

میاں ثانی صاحبؒ چلہ کشی کو بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ صرف اتباع سنت کے قائل تھے اور اپنے معتقدین کو سنت پر کار بند ہونے کی سخت تلقین کرتے اور ہر وہ فعل جس میں بدعت کا پہلو نکلتا تھا اس سے نفرت کرتے تھے یہاں تک کہ قبروں کو سجدے کرنا خواہ وہ تعظیمی ہی کیوں نہ ہو آپ اسے بدعت سمجھتے تھے۔ آپ جب کسی مزار پر جاتے تو سکون سے مراقبے میں بیٹھ جاتے۔ اہل قبور کے لئے فاتحہ خوانی کرتے اور واپس آجاتے۔

ہمارے معاشرے میں بزرگان دین کے مزاروں پر عرس منانے کا ایک اچھا خاصا رواج ہے۔ عرس کے موقع پر ایک میلہ لگ جاتا ہے۔ جس میں تھیٹر لگائے جاتے ہیں موت کے کنوئیں نصب ہوتے ہیں - سرکس کے کھیل ہوتے ہیں۔ مٹھائی کی دوکانیں لگتی ہیں۔ بعض جگہوں پر تو کبڈی کے میچ بھی کھیلے جاتے ہیں۔ اور اس طرح موقع پرست بھولے بھالے سادہ لوح لوگوں کو خوب لوٹتے ہیں۔ ان کی جیبوں کو خالی کروا کر اپنی جیبیں بھرتے ہیں - غرض کہ ایک عجیب بے ہنگم سا شور ہوتا ہے گویا کہ یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ عرس ہے یا عید کا میلہ۔ لوگوں میں کثرت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو گھر سے تو مزار پر صاحب قبر کے لئے دعا مانگنے آتے ہیں لیکن اس ہنگامے سے تھک کر مزار پر پہنچے بغیر ہی واپس لوٹ جاتے ہیں۔ میاں ثانی صاحبؒ ایسے عرسوں کو سخت ناپسند کرتے تھے اور ان میلوں کو راہ راست سے بھٹکنے کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔

میاں صاحبؒ کے نزدیک مثالی عرس صرف وہی تھا جو حضرت میاں شیر محمدؒ کے نام سے منایا جاتا ہے۔ اس عرس کو آپ سختی سے میلے کی شکل دینے سے روکتے اور

Marfat.com

صرف حمد وثنا کی جاتی بزرگان دین کی زندگیوں کا تذکرہ کیا جاتا فاتحہ خوانی ہوتی اور درود پڑھا جاتا۔ آپ نے صحیح اسلامی اقدار کو اجاگر کیا۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکا اس سلسلے میں دین کی خدمت کی۔

میاں ثانیؒ صاحب کو تمباکو نوشی سے بھی سخت نفرت تھی اور وہ اسے بہت بڑی بدعت خیال کرتے تھے۔ حقہ پینا یا سگرٹ نوشی کرنا ایسی عادتیں ہیں جو انسان کے دل و دماغ کو ہی ضعف نہیں بناتی بلکہ اس کی صحت اور اخلاقی اقدار کا بھی نقصان کرتے ہیں۔ چنانچہ سگرٹ یا تمباکو کو پینے والے لوگ آپ کے سامنے سے گھبراتے تھے یا سگرٹ کو پھینک کر منہ کو خوب صاف کرکے آتے اور کچھ فاصلے پر بیٹھ جاتے تھے۔

ہمارے ہاں ایک اور بیماری جو ہمیں گھن کی طرح کھا رہی ہے وہ بیاہ شادی کے موقعہ پر غیر اسلامی رسومات ہیں۔ یہ رسمیں ہمیں ہندوؤں سے ورثے میں ملی ہیں۔
میاں ثانی صاحبؒ ان رسومات کو سخت برا سمجھتے تھے۔ اور اکثر لوگوں کو تلقین کیا کرتے کہ اس بیماری سے بچا جائے۔ آپ کے نزدیک شادی کرنا حضور نبی ﷺ کی سنت کو جو میاں صاحبؒ کو ناپسند تھے اور ان کے نزدیک اسلامی اقدار کے مجروح کرنے کے برابر تھے۔ آپ بازار سے بھی گذرتے تو وہ لوگ جوان افعال بد میں مصروف ہوتے آپ کو دیکھ کر خاموش ہو جاتے۔ کیونکہ ان کو کم از کم آپ کا اتنا لحاظ ضرور تھا کہ ایسی باتوں کو پسند نہیں فرماتے اس لئے آپ کے سامنے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔

الغرض میاں ثانیؒ نے اپنے قول و فعل سے ایسا ماحول پیدا کیا جو دوسروں کے لئے تقلید کا باعث بنا۔ اور یہ ایک بڑی دینی خدمت تھی جو آپ نے انجام دی۔ رسول مقبول ﷺ کی سنت کی پیروی خود بھی کی اور دوسروں کو بھی اس صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دی۔ اس طرح دین اسلام کی حتی المقدور خدمت کی۔

Marfat.com

پورا کرنا ہے - لیکن اس موقع پر باجے بجانا گھوڑے پر چڑھنا بھنگڑا ڈالنا ناچ گانے یعنی مجرا کااہتمام کرنا سب غیر اسلامی چیزیں ہیں اور ناجائز ہیں اسلئے آپ ایسی شادیوں میں کبھی شرکت نہ کرتے۔ آپ نے اپنے بچوں کی شادیاں بالکل سادہ اور شرعی طریقے سے انجام دیں۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ شوقیہ ایک دوسرے کو گالی دیکر گفتگو کرتے ہیں۔ فضول قسم کی لطیفہ بازی میں وقت ضائع کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسے فعل ہیں

Marfat.com

دارُالمُبلّغین کی اعانت

مکرمی جناب ــــــــــ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مادیت کے اس دَور میں جبکہ کفر والحاد کی ظلمتیں ہر سُو پھیلتی جا رہی ہیں۔ دینی اور تبلیغی اداروں کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضلِ عمیم سے ہم اُس پیکرِ سنّت اور عظیم مبلغِ اسلام اعلیٰ حضرت شیرِ ربّانی میاں **شیر محمّد شرقپوری** رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت وعقیدت سے وابستہ ہیں جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا اتباعِ سنت نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور تبلیغِ دین آپ کا محبوب ترین کام تھا۔ جو مُسلمانوں کے اخلاق، کردار، معاملات، عادات واطوار کو سنّتِ نبوی کا مظہر اور تعلیماتِ اسلامی کے عین مُطابق دیکھنا پسند فرماتے تھے اور غیر شرعی حرکات وسکنات سے نفرت کا اظہار فرماتے تھے۔ آپؒ اور آپؒ کے برادرِ حقیقی وخلیفہ مجاز حضرتِ ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد کو زندہ وتابندہ رکھنے کے لئے فقیر نے ۱۹۶۰ء میں دارُالمبلّغین حضرت میاں صاحبؒ اور ۱۹۹۳ء میں جامعہ شیرِ ربّانی برائے طالبات کا قیام عمل میں لایا۔ تاکہ طلبا رد

Marfat.com

طالبات دینی اور فنی علوم نیز قرآنِ حکیم کی تجوید و قرأت اور تعلیم و تربیّت سے آراستہ ہو کر تبلیغ کا کام حُسن وخوبی سے انجام دے سکیں۔

دُنیا عالمِ اسباب ہے۔ اِن اداروں کو چلانے کے لیے خلُوص، ہمّت اور توجّہ کے ساتھ ساتھ سرمایہ کی بھی ضرورت ہے۔ آپ نے بفضلہٖ تعالیٰ ہمیشہ اِن دینی و تبلیغی اداروں کی مالی و اخلاقی معاونت کی ہے۔ ضرورت کا تقاضا ہے کہ اشیائے صرف کی قیمتوں کو مدِنظر رکھتے ہُوئے آپ اِس سِلسلہ کو جاری رکھیں اور اِس کارِ خیر میں بیش از بیش حِصّہ لیں تاکہ اِن اداروں کی بڑھتی ہوئی ضروریات پُوری ہو سکیں۔

اُمید ہے کہ آپ میری اپیل پر خاص توجہ فرمائیں گے اور اِن دینی اداروں کو کامیاب بنانے کے لیے مجُھ سے شایانِ شان طور پر تعاون فرمائیں گے۔

خاکپائے شیرِ ربّانی و گدائے آستانہ لاثانی
صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری
ناظم دارالمبلغین

حضرت میاں صاحبؒ و جامعہ شیرِ ربّانی برائے طالبات شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

Marfat.com

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

کی

[illegible]

- MODERN TRENDS IN TAFSIR LITERATURE-MIRACLES
- QUR'ANIC CONCEPT OF MIRACLES
- DIGNITY OF MAN IN ISLAM

- تجلیاتِ رسالت — سیرتِ طیبہ کے چند اہم عنوانات پر مقالات کا مجموعہ
- رسول اکرم ﷺ کی روحانی زندگی (چند جھلکیاں)
- سیدنا صدیق اکبرؓ اور عشقِ رسول ﷺ
- اسلامی انقلاب کیسے ممکن ہے؟
(غزوۂ بدر کی روشنی میں)
- خودی — (قرآن حکیم کی روشنی میں)
- اسلام کا نظامِ اخلاق (قرآن حکیم کی روشنی میں)

زیرِ طبع تصانیف

- تجلیات، ہجویر
- رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غیر مسلموں کے تاثرات
- ورفعنا لك ذكرك
- مثالی پیغمبر
- مطالعہ ادیان (مقدمہ)

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
کی

[illegible]

- MODERN TRENDS IN TAFSIR LITERATURE-MIRACLES
- QUR'ANIC CONCEPT OF MIRACLES
- DIGNITY OF MAN IN ISLAM

- تجلیات رسالت — سیرت طیبہ کے چند اہم عنوانات پر مقالات کا مجموعہ
- رسول اکرم ﷺ کی روحانی زندگی (چند جھلکیاں)
- سیدنا صدیق اکبر رضؓ اور عشق رسول ﷺ
- عصری انقلاب کیسے ممکن ہے؟
  (غزوۂ بدر کی روشنی میں)
- خودی — (قرآن حکیم کی روشنی میں)
- اسلام کا نظام اخلاق (قرآن حکیم کی روشنی میں)

زیر طبع تصانیف

- تجلیات ، ہجویر
- رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غیر مسلموں کے تاثرات
- ورفعنا لك ذكرك ○ مثالی پیغمبر ○ مطالعہ ادیان (مقدمہ)

Marfat.com